 4-12-09

Title – MAJALISUNNISA

Creator – Khwaja Altaf Hussain Hali

Publisher – Maktaba Jamia (Delhi).

Date – 1971

Pages – 152

Subjects – Urdu Novel

سلسلہ تصانیف حالی
نمبر۱

مجالس النسا

جسے
شمس العلما مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی
نے عورتوں کی تعلیم کیلئے تالیف کیا

حصہ اول

۱۳۴۲ھ
۱۹۲۴ء

باہتمام خواجہ فرزند علی
حالی پریس پانی پت میں چھپا

حالی پبلشنگ ہاؤس "کتاب گھر" دہلی

حالی پریس پانی پت

ایک عرصہ سے پانی پت میں ایک مطبع جاری کرنیکی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ مولانا حالی کی زندگی میں اُنکے دوست جناب مولانا وحید الدین صاحب سلیم نے ایک مطبع اسی نام کا جاری کیا تھا جو چند سال نہایت مفید کام کرنیکے بعد بند ہوگیا۔ اب میں نے اپنے نانا صاحب (مولانا خواجہ الطاف حسینؒ صاحب حالی) مرحوم و مغفور کی یادگار ایک نیا مطبع بنام **حالی پریس** جاری کیا ہے۔ اسکا مقدم مقصد یہ ہے کہ مولانا حالی مرحوم کی تمام تصانیف ایک سلسلہ کی صورت میں اور ایک تقطیع پر چھپوائی جائیں اور اُنکی تصحیح کا پورا پورا اہتمام کیا جائے۔ اس کے علاوہ کوشش کیجاتی ہے کہ اُجرتاً کام عمدہ اور جلدی کیا جائے اور جہانتک ممکن ہو کفایت کے ساتھ کیا جائے پریس کی کامیابی اور اُسکی ترقی افسرانِ محکمہ جات اور روٗسا اور پبلک کی سرپرستی اور توجہ پر منحصر ہے۔ اگر یہ حاصل ہوگئی تو ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کرینگے کہ پریس اس سرپرستی کا پورے طور پر مستحق ثابت ہو۔

تصانیفِ حالی

اِس وقت تک مندرجہ ذیل کتابیں سلسلہ تصانیف حالی میں چھپ چکی ہیں

۱- مولود شریف - یہ کتاب پہلے کبھی نہیں چھپی۔ اِسکا مکمل اور مجلد مسودہ مولانا مرحوم کا دستخطی صاف کیا ہوا حال ہی میں دستیاب ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عظمت اور محبت مولانا مرحوم کے دل میں تھی وہ اِس کے ایک ایک لفظ سے مترشح ہوتی ہے نئے خیالات کے لوگ اِسکو دلچسپ پائیں گے۔ خاص کر پرانے خیالات کے مسلمان غالباً اِس کو زیادہ پسند کریں گے۔ کسی مسلمان کا گھر اِس سے خالی نہونا چاہیئے۔ ۹۸ صفحات قیمت

۲- مجالس النساء [illegible] مولانا مرحوم کی اولین تصنیف جس میں [illegible] لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

پہلی مجلس

آتوجی کے ساتھ محمودہ بیگم اور اُس کی ماں اور مریم زمانی بیگم کی گفتگو

م ب - آتوجی[1]! آداب

آ - برخوردار بوڑھ سہاگن[2] بیگم - یہ تمہارے ساتھ اور کون ہیں؟

م ب - ہیں آتوجی! آپ نہیں جانتیں؟ میری بہنیلی ہیں

آ - اے کون ہیں مریم زمانی؟

[1] استانی جی -

[2] دعائیہ جملہ ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ بڑھاپے تک تم بیوہ نہ ہو -

م - ز - حضرت! بندگی -

آ - بھلا بیٹا بہت سی عمر - میاں جیے - بچے جئیں - بوا! تم کہاں؟

م - ز - جی میں ابھی آ کے اُتری ہوں -

آ - آؤ بیوی بیٹھ جاؤ - کہو مزاج تو اچھا ہے؟

م - ز - حضرت! خدا کا شکر ہے -

آ - بچّے اچھے ہیں؟

م - ز - سب آپ کو دُعا کرتے ہیں -

آ - مرزا پاس سے خط پتر آتا ہے؟

م - ز - جی ہاں دسویں پندرھویں آتا رہتا ہے -

آ - احمد مرزا کو مکتب میں بٹھا دیا؟

م - ز - جی مکتب میں بیٹھے تو اُسے بہت دن ہوئے

آ - بوا! اللہ رکھے اب اُس کی کیا عمر ہوگی؟

م - ز - جی اُسے چاند دیکھے آن گنا برس ۵ لگے گا -

آ - بھلا بوا! خدا کرے تمہاری کوکھ ٹھنڈی رہے تمہیں بچے بچہ کی خوشیاں دیکھنی نصیب ہوں! ابتدائے فارسی اردو کے حروف

خاصی طرح اُٹھانے لگا ہوگا؟

م۔ ز۔ آتوجی! خدا خدا کرو۔ ابھی اُس کی عمر ہی کیا ہے فارسی اردو تو درکنار رہی ابھی تو اُس نے قاعدہ بغدادی بھی ختم نہیں کیا۔

آ۔ بُوا کیا سبب؟

م۔ ز۔ حضرت آپ جانتی ہیں مُلّا کا پڑھانا ایسا ہی ہوتا ہے

آ۔ ہاں بی سچ کہتی ہو۔ بیگم! تم نے کیا کیا پڑھا ہے؟

م۔ ز۔ حضرت! کچھ پڑھا ہو تو بتاؤں۔

آ۔ ہے ہے لوگو! اشراف زادیوں نے کیسا پڑھنا لکھنا چھوڑ دیا۔ کیسی اِن گھروں پر جہالت چھا گئی۔ کیسا اُلٹا زمانہ آگیا۔ محمودہ بیگم ذرا سوچنے کی بات ہے ہمارے ملک کے ہندو مسلمان جو اشراف کہلاتے ہیں سب کے ہاں قدیم سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ بیٹی کو کچھ پڑھائیں یا نہ پڑھائیں پر بیٹے کو ضرور پڑھواتے ہیں۔ کیا غریب اور کیا امیر ہر شخص اپنی بساط کے موافق بیٹے کی تعلیم میں ضرور کوشش کرتا ہے۔ پر میں نہیں جانتی اس ملک کی برکت کہاں اُڑ گئی؟ جب دیکھا یہی دیکھا کہ سو میں سے دو چار بچے جو ایسے ہی صاحب نصیب اور ہونہار ہوئے وہ تو لکھ پڑھ کر کسی قابل ہوئے اور باقی وہی کودن

کے کو دن رہے ۔ ہاں اَب اَب کرکے سرکاری مدرسوں میں پڑھنا لکھنا بیشک زیادہ ہوگیا ہے ۔ پرآدمیت سی چیز وہاں بھی کمی جم آتی ہے ۔ کوئی یہ دیکھنے والا نہیں کہ ان بچّوں کو ایک سا لکھنا پڑھنا کیوں نہیں آتا ؟ ان کی عادتیں کیوں نہیں سنورتیں ؟ ان کو آدمیّت کیوں نہیں آتی ؟ بہت کسی نے پوچھا ۔ تو یہ کہدیا "میاں ! اپنی اپنی قسمت ہے ۔ جسکے نصیب اچھے ہوئے وہ کچھ لے نکلا ۔ جو بدنصیب ہوا وہ رہ گیا" اے صاحب ! وہ کون کم بخت ہوگا جو یہ نہ جانتا ہوگا ؟ تم ایک دفعہ کہتے ہو ۔ ہم سو بار کہتے ہیں کہ دُنیا میں سارا طور نصیبوں ہی کا ہے ۔ پر اتنا تو سمجھو کہ جو آدمی نصیبوں ہی پر بیٹھا رہے اور کام کو کام کے طور پر نہ کرے وہ اپنی مُراد کو کیا خاک پہنچے گا ؟ ہم تو جب جانیں کہ پیاس میں کوئی پانی نہ پیے اور اُس کی پیاس آپ ہی آپ جاتی رہے یا بھوک میں کوئی کھانا نہ کھائے اور اُس کا پیٹ خود بخود بھر جائے ۔ کیوں بی ! میں سچ کہتی ہوں یا جھوٹ ؟

م ۔ ب ۔ حضرت ! وہ کون احمق ہوگا جو ان باتوں کو جھوٹ کہدیگا ۔

آ ۔ بھلا صاحب ! پھر وہ کیا بات ہے جو یہاں کے بچّوں پر آدمیت کا

لے نہیں

پر چھاواں نہیں پڑنے دیتی؟ بڑی بیگم یہ جو میں نے کہا تم نے بھی سُنا؟

ب۔ ب۔ آتو جی! میں سب سُن رہی ہوں۔

آ۔ بُوا! تمھاری سمجھ میں بھی آتا ہے یہ کیسا بھید ہے؟

ب۔ ب۔ آتو جی! میں تو پھر یہی کہوں گی کہ اپنی اپنی قسمت ہے دُوسرے یہ بھی بات ہے کہ سارے بچّے ایک سے نہیں ہوتے۔ کوئی غیرت والا ہوتا ہے جو ایک ذرا سی گھُرکی کو ساری عمر نہیں بھولتا۔ کوئی ایسا بےغیرت ہوتا ہے کہ جتنا مارو۔ جتنا کوٹو وہ دِن پر دِن چکنا گھڑا[۱] ہوتا جاتا ہے۔ اِسی طرح کسی کا ذہن اچھا ہے کسی کا بُرا ہے۔ کوئی شوخ ہے کوئی غریب ہے۔ کوئی کھلنڈرا ہے کوئی محنتی ہے۔ غرض خدا تعالیٰ نے جیسی طرح طرح کی مخلوق بنائی ہے ویسے ہی طرح طرح کے نصیب وہ اپنے ساتھ لائے ہیں۔ اِسمیں کسی کا کچھ اجارا نہیں۔

آ۔ بُوا یہ تو مانا۔ پر مجھے ذرا اِس بات کا جواب دو کہ یہ بچتاوری[۲] اِسی ملک کی ہے یا سارے زمانہ کا یہی حال ہے؟ وہ بھی تو ہمارے ہی بھائی ہیں جن کے مُلک میں مرد سے لیکے عورت تک اور بچّہ سے لیکے

۱ بےغیرت   ۲ قسمت

بوڑھے تک کوئی پڑھنے لکھنے سے خالی نہیں جیسے دیکھو کتاب کا کیڑا۔
جسے دیکھو علم کا پتلا۔ کیا اُنکے ہاں سب ایک ہی سی قسمت لیکے اُترے ہیں؟
کیا اُن کے بچے کُند ذہن یا شوخ یا کھلنڈرے ہوتے ہی نہیں؟ اے بُوا
خدا خدا کرو۔ ذرا سمجھ کے بات کہو۔ تم اپنے جی میں کہو گی تو سہی کہ
بڑھاپے میں عورت کی عقل جاتی رہی ہے۔ پر مجھ سے جو پوچھو تو ہے یوں
کہ خدا بیٹیوں کا بدلا لیتا ہے۔ ماں باپ نے یہ سمجھا تھا کہ بیٹوں کی
کمائی میں تو ہمارا ساجھا ہے اور بیٹیوں سے ہم کو کچھ لینا نہیں۔ آؤ
جہانتک ہوسکے بیٹوں کو پڑھائیں جو کل کو ہمارے بھی کام آئے۔ خدا کو
یہ بات ناپسند آئی اُس نے بیٹوں کو بیٹیوں سے بھی بدتر کر دیا۔
وہ تو عورت ہو کے اَن پڑھ رہی تھیں۔ یہ مرد ہو کے جاہل رہے۔
ب - ب - آتو جی! تم نے یہ تو میرے دل کی سی بات کہی
صاحب! میں تو اپنے خدا سے عہد کرتی ہوں جو میرے پوتا
پوتی جئے اور میرے جیتے جی اِس قابل ہوئے تو خیر
لڑکے کو چاہیں اُس کے ماں باپ پڑھائیں چاہیں
نہ پڑھائیں پر لڑکی کو جہاں تک مجھ سے ہو سکیگا

شاید ناظرہ کی اُمید۔

میں ان پڑھ نہیں رکھنے کی۔

آ۔ بڑی بیگم! تمہارا کدھر خیال ہے؟ میں نے تو ایک بات کہی تھی تم نے اُسے سچ ہی جان لیا۔ کیا سچ مچ خدا بیٹیوں کا بدلا لیتا ہے؟ اے بوا! اُسکی ذات بڑی غفور الرحیم ہے۔ اگر وہ دنیا میں ایسی ایسی باتوں کا بدلا لے تو دنیا کا ہیکو قائم رہے۔ لوگ بیٹیوں کو جان سے مار ڈالتے ہیں جب تو وہ اُن سے بدلا لیتا ہی نہیں ایسی ذرا ذرا سی باتوں کا کیا بدلا لیگا؟ ہاں پر اتنا خوف ضرور ہے کہ وہ قیامت کے دن کہیں ہم سے یہ نہ پوچھ بیٹھے کہ تم نے بیٹیوں کو علم کی دولت سے کیوں محروم رکھا؟ اُنکو بیٹوں کی برابر کیوں نہ عزیز سمجھا؟ اُنکو دین کا رستہ کیوں نہ بتایا؟ اُنکو دنیا کی بُرائی بھلائی سے کیوں نہ خبردار کیا؟ ہم نے اُنکو اس لیے نہیں بنایا تھا کہ ماں باپ کے گھر کتے بلّی کیطرح پرورش پائیں اور خاوند کے ہاں جاکر لونڈیوں کی طرح اپنے دن پورے کریں۔ جیسی بیخبر اور انجان دنیا میں آئی ہیں ویسی ہی بیخبر اور انجان دنیا سے چلی جائیں۔ نہ خدا کو پہچانیں نہ اپنی حقیقت کو سمجھیں۔ نہ دنیا میں آنیکا کچھ پھل پائیں۔ بلکہ ہم نے اُن کو اس لیے پیدا کیا تھا کہ وہ بھی مردوں کیطرح اپنی عقل سے

کچھ کام لیں اور اپنی آدمیت سے کچھ فائدہ اُٹھائیں۔ اپنی بُرائی
بھلائی کو سمجھیں۔ اپنی دُنیا اور آخرت سے خبردار ہوں۔ چھوٹے
بڑے کا حق پہچانیں۔ اولاد کو تربیت کریں۔ خاوندوں کا دِل
ہاتھ میں رکھیں۔ بگڑے ہوئے گھر کو سنواریں۔ جس گھر بیاہی
جائیں وہاں ماں باپ کا نام روشن کریں۔ ساس سُسروں کی
آنکھ میں اولاد سے زیادہ عزیز ہوں۔ خاوند گھر کا میاں ہو تو وہ
گھر کی بیوی ہوں۔ گھر کی چاردیواری میں علم کی دُوربین اُن کی
آنکھ پر لگی ہو۔ کتاب اُن کی سہیلی ہو۔ اور کاغذ۔ دوات۔ قلم اُنکی
سہیلیاں ہوں۔ افسوس کہ انھوں نے دُنیا کے سارے حق
ادا کیے پر دُنیا نے اُن کا کوئی حق ادا نہ کیا۔ جب تک ماں باپ کے
گھر کنواری رہیں جو کچھ اُنھوں نے کھلادیا سو کھالیا۔ جو کچھ پہنادیا سو
پہن لیا۔ جہاں بیٹھنے کو کہا۔ وہاں بیٹھ گئیں۔ جہاں سونے کو کہا وہاں
سو رہیں۔ آٹا گوندھنا۔ روٹی پکانی۔ مصالح پیسنا۔ ہانڈی چڑھانی
چرخہ کاتنا۔ رُوئی تومنی۔ بھائی بہن کو رکھنا۔ ماں باپ کی خدمت
کرنی۔ غرض کسی بات سے جی نہ چرایا۔ کسی کام سے ناک نہ چڑھائی
پھر جب بیاہی گئیں اور سُسرال میں پہنچیں تو وہاں اور ہی اور

معاملے پیش آئے۔ آج ساس خفا ہیں۔ کل نند بیزار ہیں۔ دیورانی کبھی سیدھے منہ سے بولتی ہی نہیں۔ جٹھانی بات بات پر الجھتی ہے خاوند کا مزاج کسی طرح لیا ہی نہیں جاتا۔ بچے الگ جان کو کھائے جاتے ہیں۔ کسی کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ کسیکو پسلی کا خلل ہے۔ کسی کو کھانسی ہو رہی ہے۔ ایک کو کنٹھے سے لگا رکھا ہے۔ دوسرا گود میں پڑا ہے۔ تیسرا کمر سے لپٹا ہوا ہے۔ غرضکہ ایسی ایسی ہزاروں مصیبتیں اٹھائیں پر منہ سے کبھی اُف نہ کی اور اسی طرح اپنی زندگی کے دن جوں توں کر کے کاٹ دیے۔ دنیا نے اُن کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ جس دن پیدا ہوئیں سارا کنبا یا تو بیٹے کی امید پر خوشیاں منا رہا تھا یا بیٹی کا نام سنتے ہی ایک ایک کے منہ پر اداسی چھا گئی ماں باپ ہیں تو اداس ہیں۔ بھائی بہن ہیں تو اداس ہیں۔ خالہ۔ پھپھی۔ تائی۔ دادی۔ اپنا۔ بیگانہ۔ آیا۔ گیا۔ جو سنتا ہے ٹھنڈی سانس بھر کر رہ جاتا ہے۔ یوں ظاہر میں کوئی خوشی کی صورت بنا لے تو کچھ کہی نہیں جاتی۔ پر خوشی سی چیز سو سو کوس نہیں۔ پھر جب برس ڈیڑھ برس کی ہوئیں اور اپنی بھولی بھولی صورت اور پیاری پیاری باتوں سے ایک ایک کا جی لبھانے لگیں تو اماں۔ باوا۔

خالہ۔ پھپی کی مامتا کچھ جوش میں آئی پر بیٹوں کے برابر اب بھی انکی جان عزیز نہ ہوئی۔ بیٹیوں کا نام غصہ میں بھی لیا تو اللہ آمین کر کے لیا اور انکو پیار میں بھی پکارا تو موئی۔ مرنے جوگی۔ غارت گئی کہکر پکارا۔ پھر جب ہوش سنبھالا اور اس قابل ہوئیں کہ ماں باپ کی تربیت سے آدمی بنیں اور دین دنیا کی برائی بھلائی سے خبردار ہوں تو ماں باپ نے اُن سے اپنی خدمت لینی شروع کی اور کوئی سلوک اُن کے ساتھ ایسا نہ کیا جس سے وہ اُن کی احسانمند ہوتیں۔ پکانا۔ ریندھنا اُن کو اسلیے سکھایا کہ ماماں رکھنے کی ضرورت نہ ہو۔ سینا۔ پرونا اُنکو اسلیے بتایا کہ درزی بخلانی کو سلائی دینی نہ پڑے چھٹی سے لیکر بسملہ تک اور منگنی سے لیکر چوتھی تک جتنی شادیاں کیں وہ اپنے نام کے لیے کیں۔ جہیز میں جو کچھ دیا وہ دنیا کے دکھاوے کو دیا۔ ایک پڑھنا لکھنا ایسی چیز تھا جو دُنیا اور آخرت میں اُن کے کام آتا۔ سو ماں باپ نے اُسکی ہوا تک لگنے دی اور یہ سمجھا کہ اول تو اُنکے پڑھانے لکھانے سے ہمکو کچھ فائدہ نہیں۔ دوسرے یہ پڑھنے لکھنے میں رہیں گی تو گھر کے کام دھندے کون کریگا؟

پھر جب بیاہی گئیں اور ایک غیر شخص کے پالے پڑیں تو وہاں میکے سے بھی زیادہ دکھ اٹھانے پڑے۔ ساری عمر کاٹنی تو درکنار رہی وہاں ایک ایک گھڑی کاٹنی دشوار ہو گئی۔ ساس کو یا تو یہ چاؤ[1] لگ رہا تھا کہ کب بہو آئے اور کب بیٹے کا گھر آباد ہو۔ یا بہو کے آتے ہی سَو غیروں کی ایک غیر ہو گئی۔ نندوں کو یا تو آٹھ پہر بھابی کے نام کی تسبیح تھی یا بھابی کی صورت سے بیزار ہو گئیں۔ خاوند کا دل بھی جیسا چاہیئے ویسا نہ ملا کیونکہ اول تو چودہ پندرہ برس کی جان کو بیاہ کا ایسا چاؤ ہی کیا تھا؟ دوسرے ماں بہنوں کی نگاہ بیوی کیطرف سے پھری ہوئی دیکھی۔ آگے بیوی میں کوئی ایسا جوہر نہ پایا جو سب کو چھوڑ کر اُسی کا ہو رہتا۔ غرض بیگانی بیٹی کی کسی نے خریداری نہ کی۔ اب رہی اولاد۔ سو جس ماں کی حقیقت باپ کے گھر میں یہ ہو گی اُسکی عظمت۔ اُسکی بزرگی۔ اُسکا ادب اولاد کے دل میں کیا خاک ہوگا؟ بڑی بیگم! یہ وہ باتیں ہیں جنکے تصور[2] سے کلیجہ مونھ کو آتا[3] ہے۔ خیر ہماری تمھاری تو بہت سی گذر گئی اور جو تھوڑی بہت رہی ہے وہ بھی بُری بھلی طرح گذر رہی

[1] شوق [2] خیال [3] بے انتہا رنج ہوتا ہے۔

جائیگی پر اس نئی تانتی[۱] کا اللہ ہی بیلی[۲] ہے۔

ب۔ ب۔ آتو جی! یہ کون نہیں جانتا کہ پڑھنا لکھنا بڑی چیز ہے اور وہ ایسا کون کم بخت ہوگا جو اپنی اولاد کا بھلا نہ چاہتا ہوگا؟ ایک ادنی بسنہاری کے دل سے پوچھو تو وہ بھی یہی چاہتی ہوگی کہ میری اولاد کو ساری خدائی کے ہنر آجائیں۔ پر میں تو صاف کہنے والی ہوں کہ غریب کے بچوں کو خدا ہی ہو جو پڑھنا لکھنا آئے اور جس میں بیٹیوں کی تو اور بھی مشکل ہے۔ ہاں جن کو خدا نے چار پیسے کا مقدور دے رکھا ہے وہ جو چاہیں سو کر گذریں۔

آ۔ بڑی بیگم! یہ تو شہر میں اللہ رکھو سیکڑوں کھاتے پیتے مقدور والے رہتے ہیں ہم نے تو اُن کی بہو بیٹیوں کو بھی جب دیکھا اَن پڑھ ہی دیکھا۔ اے بوا! کیسی دولت اور کیسا مقدور؟ یہاں تو بھیڑیا چال ہے تم نے ایک کام کیا۔ تمہاری دیکھا دیکھی میں نے کیا۔ میری ریس[۳] سے اور چار جنیوں[۴] کو حوصلہ پیدا ہوا۔ اسیطرح ہوتے ہوتے سارے شہر میں پھیل گیا۔ پھر کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ یہ کام دُور یا برا ہے یا بھلا ہے یا ہم سے ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا؟ چاہے لاکھ کا گھر

[۱] نسل [۲] نگہبان [۳] نقل [۴] عورتوں

خاک ہی کیوں نہ ہو جائے جس طرح ہو اُس کام کو کرنا۔ آخر تم
بھی تو دیکھتی ہو بیاہ شادی تیج تہوار میں جو خرچ بندھے ہوئے ہیں
وہ سب کو کرنے ہی پڑتے ہیں۔ امیر ہو اُس نے اپنے مقدور کے
موافق کیا۔ غریب ہو اُس نے اپنی بساط[۵۱] کے موافق کیا۔ تم نے
یہ کبھی نہ دیکھا ہو گا کہ کسی غریب سے غریب بھائی نے بیٹی کو ایک
شربت کے پیالہ یا چار چھواروں پر رخصت کر دیا ہو؟ یا کسی مفلس سے
مفلس گھر میں شب برات کی چودھویں کو حلوا نہ بنا ہو۔ جب ان واہی
تباہی[۵۲] باتوں کی لوگوں کو اتنی پچ[۵۳] ہے تو اچھی باتوں کی کیوں نہ ہو گی؟
آج شہر میں اتنی بات ہو جائے کہ لوگ بیٹیوں کے اَن پڑھ رکھنے کو
عیب جاننے لگیں پھر دیکھوں وہ کونسا گھر ہے جس میں لڑکیاں نہیں پڑھتیں؟
جو محتاج سے محتاج ہو گا وہ بھی بیٹی کو چار حرف ضرور پڑھوائیگا۔
اور بُوا! یہ ساری مشکلیں ابھی معلوم ہوتی ہیں پیچھے سب آسان
ہو جائیں گی۔ جہاں قوم کی ساری لڑکیاں ایک دفعہ پڑھ گئیں پھر
وہ اپنی اولاد کو آپ تعلیم کر لیا کریں گی۔
ب۔ سب۔ آ توجی! خدا خدا کرو۔ لڑکیاں ماؤں ہی سے تو

[۵۱] مالی حالت [۵۲] فضول۔ بیکار [۵۳] طرفداری

پڑھیں گی اور بھی کسی سے نہیں ۔ اول تو ماں غریب کو گھر کے دھندوں سے اتنی فرصت ہی کہاں ملیگی جو صاحبزادی کو بیٹھ کر سبق پڑھائے ؟ اور جو اُس نے دس کام چھوڑ کر پڑھایا بھی تو بیٹی کو اثر کیا خاک ہوگا ؟ بچوں کا پڑھنا لکھنا سارا دباغت[۱] کا ہوتا ہے سو دباغت سی چیز یہاں کیوں ہونی ہے ؟ ماں کا ہاتھ لاڈلی بیٹی پر کیوں اُٹھتا ہے ؟ ماں کا ڈر جلاد[۲] اُستانی کی برابر کیوں ہوتا ہے غرض پھر پھر کر پھر اُستانی ہی کے سپرد کرنا پڑے گا اور جب اُستانی رکھنی پڑی تو غریب گھروں کی لڑکیاں پھر رہ جائینگی ۔

آ ۔ بڑی بیگم ! تم نے یہ کیا کہا ؟ اے بوا ! بچوں کی مائیں اگر اِس قابل ہوں کہ اپنے بچوں کو آپ تعلیم کر لیا کریں تو اس ملک کے دن ہی نہ پھر جائیں ۔ شاید تم نے یہ نہیں سنا کہ فرنگیوں کے ملک میں جو اَن پڑھ آدمی کہیں نام کو ڈھونڈا نہیں ملتا اسکا کیا سبب ہے ؟ کیا وہاں لکھے پڑھے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں یا اُنکو کسی فقیر کی دعا ہے کہ جہاں بچہ نے ہوش سنبھالا اور خود بخود اُسکا [۳] ہیا کھل گیا ؟ کچھ بھی نہیں فقط یہ بات ہے کہ اُن کے ہاں لڑکیوں

---

۱ خوف ۔ رعب ۲ بے رحم ۳ دل ۔ حوصلہ

کے پڑھانیکا دستور قدیم سے چلا آتا ہے - وہی لڑکیاں جب
بیاہی گئیں اور صاحب اولاد ہوئیں انہوں نے اپنی اولاد کو آپ
تعلیم کرنا شروع کیا - یہی تو بات ہے جو اُن کے ہاں عورتوں میں
عورتیں اور مردوں میں مرد سب ایک سانچے کے ڈھلے ہوئے
ہوتے ہیں - تم تو ایک بیٹیوں ہی کو کہتی ہو میرے نزدیک بیٹا کیا
اور بیٹی کیا بغیر ماں کی تعلیم کے کسی کو آدمیت نہیں آسکتی - لوگ
یہ جانتے ہیں کہ الف - بے - تے اور کریما[۵۱] - خالق باری[۵۲]
پڑھانا ایسا کہاں کا بڑا کام ہے - جس مُلا مدرّس سے کہدیں گے
وہی بچہ کو چار حرف بتادیگا - توا! یہ بڑی بیوقوفی کی بات ہے -
باغبانی میں سب سے زیادہ درختوں کی پود لگانی مشکل ہے - اگر مالی
ہاتھ کا سچا نہ ہوگا کبھی اُس کے ہاتھ کا پودا پروان نہیں چڑھنے[۵۳] کا
اسیطرح پڑھانے میں پڑھانا بچوں کا مشکل ہے - اگر بچوں کا اُستاد
کامل نہ ہوگا کبھی اُنکو پڑھنا لکھنا نہیں آنیکا - بچہ کو ایسا سمجھو جیسے
تُرت کی ٹوٹی گیلی لکڑی - اِس وقت تو اُس میں ایک لوچ ہے
جسطرح موڑوگے مڑ جائیگی - اگر تمکو یہ منظور ہے کہ وہ سیدھی اور سڈول ہو جائے

[۵۱] و [۵۲] فارسی کی ابتدائی کتابیں [۵۳] نہیں بڑھیگا - پھلے پھولیگا نہیں -

توکسی کاریگر کے حوالے کرو تاکہ خوب جانچکر اُس کے بل نکالدے نہیں تو اب کوئی دن میں اُس کا سارا لوچ جاتا رہے گا۔ پھر قیامت تک سیدھی نہیں ہونیکی۔ جو کسی نے زیادہ زور کیا ٹوٹ جائے گی۔ بچوں کے معلّم میں ایک یہی بات نہیں دیکھی جاتی کہ اُسکو علم کیسا ہے؟ بلکہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اُس کی عادتیں کیسی ہیں؟ اُس کا مزاج کیسا ہے؟ بچّوں کو دلسوزی سے پڑھاتا ہے یا نہیں؟ بچّوں کا مزاج پہچانتا ہے یا نہیں؟ اگر اُستاد کی عادتیں اچھی نہ ہونگی شاگردوں کی عادتیں اُس سے بدتر ہوجائینگی۔ اگر اُستاد کا مزاج اچّھا نہ ہوگا شاگرد اُس کے نام سے سَو سَو کوس بھاگیں گے۔ اگر اُستاد بچّوں کو دلسوزی سے نہ پڑھائیگا کبھی اُن کو ایک حرف نہیں آئیگا۔ اگر اُستاد بچّوں کا مزاجداں نہ ہوگا سب کو ایک لاٹھی ہانکنا شروع کرے گا۔ اِسیواسطے اگلے لوگوں نے کہا ہے کہ بچّہ کا پڑھانا ایسا ہے جیسے بیمار کا علاج کرنا۔ جسطرح طبیب کو بیمار کا مزاج پہچانا فرض ہے اسیطرح مُعلّم کو بچّہ کا مزاجداں ہونا ضرور ہے۔ سو ایسا اُستاد تو بڑا شاید امیروں کو بھی نصیبوں ہی سے ملتا ہوگا۔ اگر ایسے ہی اُستاد کی تلاش میں رہے تو بچّہ کا ہیکو پڑھنا ہے۔ نہ نَو مَن تیل

ہوگا نہ رادھا ناچیگی۔ اور جو پانچواں برس لگتے ہی مکتب میں بٹھا دیا تو
بچّہ کو دونو جہان سے کھو دیا۔ پہلے ہی روز وہ دن بھر کی قید سے
ایسا گھبرا جائے گا کہ دوسرے دن اُسے مکتب کے نام سے جاڑا
چڑھے گا۔ جب تک دو چار لگے۔ دو چار لاتیں نہ کھائیگا مکتب کی
طرف کبھی رُخ نہیں کرنے کا۔ پھر جب روتا چینکتا مکتب میں پہنچا
اور اُستاد نے دیکھا کہ لڑکا اِس رُوپ سے آیا ہے اُس نے اُٹھ کر
روئی کی طرح دھنّا شروع کیا۔ پہلے دن تو وہاں اُس کا جی ہی
گھبراتا تھا اب موت نظر آنے لگی۔ کیسا پڑھنا اور کیسا لکھنا، اب تو
اُس کو یہ لَو لگی ہوئی ہے کہ کب شام ہو اور کب اِس بلا سے
چھوٹوں۔ جب شام ہوئی تو چھٹّی لے کر گھر آئے۔ دو چار گھڑی
کھیلے کُودے۔ ابھی کھیل کُود سے فرصت نہ پائی تھی کہ پھر کل کی
فکر سر پر چڑھی۔ دن اُس مصیبت سے گذرا رات اِس اُدھیڑ بن[۱]
میں کٹی۔ اب دَم بہ دَم اُس کا لہو سوکھنا شروع ہوا۔ بچّہ کی
کیا بساط؟ دس دن میں سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ سو بسوے تو یہ
آثار پڑھنے کے معلوم نہیں ہوتے اور جو سَو میں ایک دو لڑکا

[۱] فکر

پڑھ لکھکر کسی قابل بھی ہوا تو کس کام کا؟ دل - دماغ - زور - طاقت ذہن - حافظہ - جو کچھ اُس کی گرہ میں تھا سب مکتب کے سر صدقہ ہوا بھلا ایسا شخص اپنے علم سے کیا خاک فائدہ اُٹھائیگا؟ غرض مکتب میں بٹھایا تو اور نہ بٹھایا تو ہر طرح سے بچوں کی مٹی خراب ہے ہاں اگر اُن کے ماں باپ پڑھے لکھے ہوں اور علم کی قدر پہچانتے ہوں اور اولاد کے اَن پڑھ رہنے کا جو انجام ہے اُسے خوب جانتے ہوں تو بیشک وہ جو چاہیں سو کر گزریں - لیکن پھر جو پوچھو تو باپ سے بھی یہ بوجھ نہیں اُٹھ سکتا - اُس کو باہر کے دہندوں سے اتنی فرصت کہاں جو صبح سے شام تک بچہ کی ایک ایک بات نگاہ میں رکھے؟ یہ تو ہو نہو پھر اپنی ماں ہی سے ہو سکتا ہے - جس کے کوسنے کو بچہ اَوروں کے پیار سے اچھا جانتا ہے - جس کی مار کو اَوروں کی چمکار سے بہتر سمجھتا ہے - دِن بھر جس کی نگاہ کے سامنے رہتا ہے - رات بھر جسکے پہلو سے جُدا نہیں ہوتا - بھوک لگتی ہے تو روٹی اور پیاس لگتی ہے تو پانی اُس کے سوا کسی سے نہیں مانگتا - دُنیا میں اپنا غمخوار اور خریدار اُس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا - دُکھ درد میں پکارتا ہے تو اُسے پُکارتا ہے - خوف کے وقت

یاد کرتا ہے تو اُسے یاد کرتا ہے - غرض جو لگاؤ بچہ کو ماں کے ساتھ یا ماں کو بچہ کے ساتھ ہوتا ہے وہ دُنیا میں کسی کو کسی کے ساتھ نہیں ہوتا - اب اگر ماں کو اتنا سلیقہ اور سمجھ کہ وہ اِس خدا کی دی ہوئی اُلفت کو لاڈ اور پیار میں برباد نہ کرے بلکہ ایسی باتوں میں صرف کرے جو اولاد کے حق میں فائدہ مند ہوں تو خدا کی ذات سے اُمید تو یہ ہے کہ ماں بچہ کے حق میں ایک رحمت کا فرشتہ ہو جائے اور اُس کی صحبت بچہ کو ماں کا دودھ ہو کر لگے - جب اِس طرح دو چار برس ماں کی صحبت میں رہ چکا اور ہر ایک بات کا ادب قاعدہ سیکھ چکا اور علم کی باتوں سے بھی کچھ کچھ آشنا ہو گیا اور ماں سے رات دِن سنتے سنتے یہ بھی جان گیا کہ علم کے برابر کوئی دَولت نہیں ہے اور تھوڑی دیر مُقیّد رہنے کا بھی مزا چکھ لیا اور سبق پڑھنے اور یاد کرنے کی بھی عادت پکڑ چُکا - اور آہستہ آہستہ کھیل کُود کا بھی شوق کم ہو گیا - اب اُس کی مثال ایسی ہے جیسے چراغ میں تیل بتّی سب کچھ موجود ہے فقط آگ لگانے کی دیر ہے - یا مکان کی نیو قائم

بنیاد

ہو چکی ہے صرف دیوار اُٹھانی باقی ہے۔ جس طرح کاتب پہلے کاغذ پر مسطر کر لیتا ہے اور پھر لکھنے بیٹھتا ہے تو کہیں اُس کی قلم نہیں بہکتی اسیطرح اب جو اُستاد اُسے تعلیم کرے گا اُس کو دِقّت اُٹھانی نہ پڑے گی۔ جو کام پہلے مار پیٹ سے نِکلنا مشکل تھا اب اِشاروں میں نکلیگا۔ جو بات پہلے برسوں میں آنی دشوار تھی وہ اب گھڑیوں میں آئے گی اُستاد کی مُحنت کبھی برباد نہ ہوگی۔ جسکے سامنے کتاب کھولکر جا بیٹھیگا وہ خوشی خوشی پڑھانے کو موجود ہو جائیگا۔ بڑی بیگم یہ جو کچھ میں نے کہا بس اِسے سچ ہی جاننا۔ پہلے میں بھی تمہاری طرح یہی کہا کرتی تھی کہ بچّہ کو جہاں پانچواں بَرس لگا پھر اُس کا گھر میں کچھ کام نہیں۔ جس طرح ہو سکے مکتب بٹھا دینا چاہیئے پَرَ بُوا میں نے تو جس دن سے زُبیدہ خاتون کا قصہ سُنا مجھ کو یقین آگیا کہ مکتب کا بس نام ہی نام سُن لو۔ آتا واتا وہاں خاک نہیں۔ اور بہت دُور کیوں جاتی ہو؟ یہ تو مریم زمانی بیگم اب تمہارے سامنے ہی کہہ رہی تھیں کہ بچّہ کے دشمنوں کو تین برس سے مُلّانے کھٹائی میں ڈال رکھا ہے۔ آج تک

قاعدہ بغدادی ختم ہونے میں نہیں آیا۔ کیوں بوا اگر آج کو یہ خود پڑھی ہوئی ہوتیں اور اپنے بچہ کو آپ تعلیم کرتیں تو وہ اب تک تختیوں ہی میں پڑا جھولتا؟

ب۔ ب ۔ محمودہ! تم نے دیکھا آتو جی نے کیسا بات کو ٹال دیا؟

م۔ ب ۔ اماں جان! میں اِن کی باتوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ بھلا یہاں مریم زمانی بیگم کا کیا ذکر تھا؟ کچھ نہیں آتو جی یہ چاہتی ہیں کسیطرح وہ قِصّہ کہنا نہ پڑے اِن کو اور باتوں میں لگاوں۔ میں تو اب جبھی اُٹھوں گی جب وہ قِصّہ سُن لونگی۔

آ۔ بیٹا! تم بھی بڑی بیگم کے کہنے میں آگئیں۔ واری میں تم کو ایک چھوڑ دس قِصّے سُنادوں گی۔ جاؤ اب تو اُٹھ کے نماز پڑھو۔ عصر کا وقت تنگ ہوا جاتا ہے۔ مجھے بھی نماز پڑھنی ہے۔ خدا خیر رکھے تو کل کسیوقت سُننا۔

م۔ ب ۔ آتو جی! اِسوقت سُنادو گی تو کیا ہو جائیگا؟

آ۔ بیٹا! قِصّہ ہے یا کوئی مُونہہ کا نوالہ ہے۔ تم تو اِس وقت

کہتی ہو میرے نزدیک آٹھ دس دن میں بھی تمام ہوجائے تو غنیمت ہے۔

م۔ ب۔ اچھا پھر کل کو کس وقت کہوگی؟

آ۔ جس وقت تم کہو۔ پر میرے نزدیک رات کا وقت ہو تو بہتر ہے۔

م۔ ب۔ بہت اچھا۔ دیکھو کبھی کل کو بھی اسی طرح ٹالدو

آ۔ بیٹیا! آتو کو جھوٹا جانتی ہو؟ خاطر جمع رکھو خدا نے چاہا تو کل ضرور کہوں گی۔ جاؤ اب تو تم نماز پڑھو۔ کہیں وقت نہ جاتا رہے۔

دوسری مجلس

آتوجی کا بیان

زبیدہ خاتون کا اکلوتا بیٹا سیّد عبّاس

کہتا ہے کہ دِلّی میں جو عاقل خاں کا کوچہ مشہور ہے۔ وہاں کے رئیس زادوں میں دو بھائی تھے۔ اُن میں چھوٹے بھائی جو میرے نانا تھے اُن کا نام خواجہ فُضَیل تھا اور بڑے بھائی کا نام خواجہ کُمَیل۔ خواجہ کُمیل کو میں نے نہیں دیکھا سُنا ہے کہ وہ تیس پینتیس برس کی عمر میں دلی سے نوکری چھوڑ کر کہیں کو چلے گئے تھے۔ نانا جان کو اُن کی جُدائی کا بڑا داغ تھا۔ خدا تعالےٰ نے مال و دولت سب کچھ دے رکھا تھا۔ شہر میں کرایہ کی آمدنی جُدا تھی۔ چار گاؤں جاگیر میں جُدا تھے۔ دس آدمیوں پر حکومت بھی رکھتے تھے۔ شہر کے چھوٹے بڑے سب تعظیم کرتے تھے

یہ سب کچھ تھا پر ایک بھائی کے نہ ہونے سے اُن کی نظر میں سب ہیچ تھا۔ مگر خدا کی عنایت سے نانی جان نہایت ذی شعور اور صاحبِ علم تھیں۔ وہ طرح طرح سے میاں کا غم غلط کرتی رہتی تھیں۔ جب تک گھر میں رہتے۔ بھائی کو بھولے رہتے۔ جب میری والدہ پیدا ہوئیں تو کچھ خیال اُن میں بٹا۔ آرزو تو یہ تھی کہ خدا بیٹا دے پر اللہ تعالےٰ نے ایک بیٹی ایسی دی کہ سو بیٹے ایک طرف اور یہہ بیٹی ایک طرف۔ نانا صاحب اور نانی صاحب دونوں اُن پر جان فدا کرتے تھے۔ مگر دانا اور نادان کی محبّت میں بڑا فرق ہے۔ دانا کی محبّت ابتدا میں بہت کم ظاہر ہوتی ہے پر اُس کا انجام نہایت اچھا ہوتا ہے۔ اور نادان کی محبّت کا آغاز تو بہت اچھا مگر انجام نہایت بُرا۔ بعضے آدمی بچوں کے لاڈ سے ایک دم فرصت نہیں پاتے کبھی مونہہ چومنا۔ کبھی پیار کرنا۔ کبھی گلے لگانا۔ کبھی چھاتی پر لٹانا۔ جو اُس نے کہا سو کِھلا دیا۔ جو اُس نے مانگا سو دیدیا ایسی باتوں کا انجام اکثر یہ ہوتا ہے کہ بچہ کے دل میں اُنکی

دہشت نہیں رہتی۔ گستاخ ہو جاتا ہے۔ کہنا نہیں مانتا
یوں ہوش سنبھالکر وہ اپنی طبیعت کی نیکی سے آدمی بنجائے
تو کچھ کہی نہیں جاتی پر ماں باپ اُس کی ابتدا بیشک
بگاڑ چکے۔ کِسی نے خوب کہا ہے کہ بچہ کو پیار کرنا ایسا ہے
جیسے کھیتی کو پانی دینا۔ جس طرح پانی کی طغیانی کھیتی کو
نقصان پہنچاتی ہے۔ اِسیطرح حد سے زیادہ پیار بچہ کو
خراب کر دیتا ہے۔ جو لوگ عقلمند ہیں اور ہر ایک بات کا
انجام پہلے سے سوچ لیتے ہیں جسوقت اُن کے دل میں مُحبّت
کا جوش آتا ہے وہ آپے سے باہر نہیں ہو جاتے۔ بچہ کو
اگر پیار کرتے ہیں تو اِس قدر کرتے ہیں کہ وہ اُن کو اپنا مُربّی
سمجھتا رہے۔ کِھلانے پہنانے میں اُس کے نفع نقصان کا
خیال رکھتے ہیں۔ جو چیز اُس کی صحت میں خلل ڈالے
اُس کے پاس نہیں جانے دیتے۔ جس بات سے اُسکی
عادت بگڑے اُس کی پرچھائیں نہیں پڑنے دیتے جب
تک بچہ پانچ سات برس کا نہیں ہوتا اپنے نفع نقصان
کو بالکل نہیں سمجھتا۔ آگ۔ پانی۔ زہر۔ تریاق اُسکے نزدیک

سب ایک ہے۔ اور اچھی طرح اپنی برائی بھلائی تو جبھی سمجھے گا جب جوان ہو گا۔ اِسی لیے جو لوگ حقیقت میں اپنی اولاد کے خیر خواہ ہیں وہ کبھی اُن کا کہنا نہیں کرتے۔ کبھی تسلّی اور دلاسا دے کر ٹال دیتے ہیں۔ کبھی دھمکا کر ڈرا دیتے ہیں۔ کبھی مار کر سمجھا دیتے ہیں۔ غرض میری مخدومہ کو خدا تعالیٰ نے جیسا ہونہار پیدا کیا تھا ویسے ہی اُن کو ماں باپ ملے۔ انہوں نے اپنی ساری چاہت اور محبت اُنکی طبیعت کی دُرستی میں صرف کی۔

یہاں ایک بات سننے کے قابل ہے۔ جب میری والدہ پیدا ہوئیں تو نانی صاحبہ کو انّا کی تلاش ہوئی۔ ایک دن اُنہوں نے میاں سے بھی کہا کہ کہیں انّا ملے تو نوکر رکھنی چاہیئے۔ نانا جان نے کہا سُنو صاحب! انّا ملنی کچھ مشکل نہیں۔ اِسوقت دس عورتیں آسکتی ہیں مگر جیسی میں چاہتا ہوں جب تک ویسی عورت نہ ملے گی میں ہرگز نوکر نہیں رکھنے کا۔ میں نے کتابوں میں بھی لکھا دیکھا ہے اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ دُودھ پلانیوالی

کی خصلتیں بچہ میں ضرور اثر کرتی ہیں - تمھارے کہنے پر کچھ موقوف نہیں مجھے انا کی خود تلاش ہے - کچھ نہیں تو انّا میں یہ دو باتیں ہونی بہت ضرور ہیں - اول تو قوم سے شریف ہو - دوسرے خوش مزاج اور غیرت دار ہو - تم بھی تلاش میں رہو - یہ جو باہر کی پھرنے والیاں آتی ہیں ان سے کہدو کہ ایسی عورت ملے تو نوکر رکھوا دیں - دس روپیہ مہینہ دینے کو میں موجود ہوں - غرض کہانتک بیان کروں چھ مہینے تک نانی صاحبہ خود دودھ پلاتی رہیں - اِس عرصہ میں عورتیں بہت سی آئیں مگر جیسی وہ چاہتے تھے ویسی ملنی ذرا مشکل تھی - آخر چھ مہینے کے بعد انا حسینی خانم کو نوکر رکھا - اُنکی زیادہ تعریف کرنی تو فضول ہے مگر اتنا جانتا ہوں کہ یہ میری والدہ کی خوش نصیبی تھی کہ حسینی خانم سی شخص اُن کے دودھ پلانے پر نوکر ہوئیں - نانی صاحبہ اُنکی کمال خاطرداری کرتی تھیں - جو آپ کھاتیں وہی اُنکو کھلاتیں - جو آپ پہنتیں وہی اُن کے لیے بنواتیں جو کپڑا میری والدہ کے لیے بنتا اُس کے ساتھ کا اُن کے

کو کا کے لیے پہلے بنتا۔ آخر وہ بھی اُنہیں کی ہو رہیں ساری عمر اُسی گھر میں کاٹ دی۔ ایک دِن حُسینی خانم میری مخدومہ سے ملنے کو آئی تھیں۔ خدا جانے کیا بات تھی اُس پر مجھ سے کہنے لگیں کہ جس طرح تمھاری نانی صاحبہ نے تمہاری اماں جان کو پرورش کیا کوئی کیا کرے گا میاں میری جو اسقدر خاطر تھی یہ تمھاری ماں ہی کا صدقہ تھا۔ نہیں تو میری بہنیں تین ہزار پھرتی ہیں۔ کوئی پوچھتا بھی نہیں (میری مخدومہ کا نام تو زُبیدہ خاتون تھا مگر انّا انکو بی زبیدہ کہکر پکارتی تھیں) وہ مجھ سے یہ باتیں ہی کر رہی تھیں کہ والدہ صاحبہ چلی آئیں۔ انّا نے کہا بی زبیدہ! تم کو وہ بچپن کے کھلونے تو کیا یاد ہونگے اُنھوں نے کہا۔ کیوں بی! یاد کیوں نہیں؟ میری عمر خاصی چھ سات برس کی ہوگی جب تک تو میں اُن سے کھیلتی ہی تھی۔ میں نے کہا امّاں جان! یہی مٹی کے ہاتھی گھوڑے ہوں گے؟ انھوں نے کہا۔ نہیں بیٹا! مٹی کے نہیں کپڑے کے تھے۔ ہمارے ہاں جو مغلانی نوکر تھی وہ سینے پرونے

کے کام میں نہایت ہوشیار تھی۔ اماں جان نے اُس سے
میرے لیے کپڑے کے کھلونے سلوا کر اُن پر روغن
پھروا دیا تھا۔ مگر اُن کے نام ہی نرالے تھے۔ جو بہت
بُری صورت کے تھے اور اُن کے دیکھنے سے نفرت آتی
تھی اُن میں کسیکا نام تو غُصّہ تھا کسیکا نام بدزبانی
کسیکا نام غیبت۔ کسیکا نام جھوٹ کسیکا نام شوخی
کسیکا نام لُترہی۔ کسیکا نام پھوہڑ۔ کسیکا نام ہٹ
کسیکا نام زبان دراز کسیکا نام کام چور۔
کسیکا نام سُستی۔ کسیکا نام کاہلی۔ اُنھیں میں ایک
کھلونا دو چھپکلیوں کی شکل کا تھا اُس کا نام لڑائی جھگڑا
تھا۔ اُس کی صورت سے صاف یہ معلوم ہوتا تھا کہ
دو بھتنیاں لڑ رہی ہیں۔ اِسکے جھونٹے اُسکے ہاتھ میں
ہیں اُسکے جھونٹے اِسکے ہاتھ میں۔ اور ایک گھوڑا بھی
اُنھیں میں تھا۔ اُسکی عجب صورت تھی۔ پھٹی پھٹی آنکھیں
بھیانک صورت۔ بال بکھرے ہوئے۔ زبان باہر کو
نکلی ہوئی۔ اُسمیں ایک کل لگی ہوئی تھی۔ جہاں اُسے دبایا

ا۔ بکھرے بال

اور وہ بھاگا۔ دو گز تک تو وہ ایسا جاتا جیسے ناوک کا تیر اور پھر مونھ کے بَل گر کر لوٹ پوٹ ہو جاتا۔ اُس کا نام **جلد باز** تھا۔ اور جن کی صورتیں اچھی تھیں اُنمیں کسیکا نام **تو حیا** تھا۔ کسیکا نام **غیرت**۔ کسیکا نام **سلیقہ** کسیکا نام **ستھرائی**۔ کسیکا نام **پارسائی**۔ کسیکا نام **تحمل**۔ کسیکا نام **صبر**۔ کسیکا نام **قناعت**۔ کسیکا نام **سلوک**۔ کسیکا نام **ملاپ**۔ کسیکا نام **فرمانبردار**۔ انہیں میں ایک کھلونا ہرن کی صورت کا تھا۔ اُس کے تیور سے صاف یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب اُڑ جائے گا۔ اُس کا نام **چستی** تھا۔ اور اُنہیں میں ایک نہایت خوبصورت پَری تھی۔ وہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے کوئی مسکراتا ہو۔ اور بے اختیار یہ جی چاہتا تھا کہ اِسے دیکھے جائیے۔ اُس کا نام **ہنس مکھ** تھا۔

مَیں نے کہا اماں جان! نانی اماں نے یہ کھلونے کیوں بنوائے تھے؟ انہوں نے کہا۔ بیٹیا! یہ اس لیے بنوائے تھے کہ مجھے بُری باتوں سے نفرت ہو جائے

اور نیک عادتیں اختیار کروں - میں نے کہا - پھر آپ کو
اُن سے کچھ فائدہ بھی معلوم ہوا؟ کہا - میاں! اور تو
کیا فائدہ ہوتا ہاں پر اتنی بات ضرور ہے کہ آج تک اُنکی
صورتیں میرے دل سے نہیں بھولیں - جب کوئی کسی پر
غصہ ہوتا ہے تو وہی کھلونا جسکا نام غصہ تھا اُس کی صورت
میری آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے - یا جب دو عورتیں
آپس میں لڑتی جھگڑتی ہیں تو اُنہیں دو چھپکلیوں کی شکل
میرے روبرو آن کھڑی ہوتی ہے - یا جب کوئی کچھ
کام بولایا ہوا کرتا ہے تو اُسی گھوڑے کی تصویر میرے
آگے آجاتی ہے - اِسیطرح اور ساری باتوں کو
سمجھ لو - پھر فرمانے لگیں بیٹیا! ایک اِسی بات پر کیا
موقوف ہے اماں جان مجھے نئی نئی طرح سے تربیت
کرتی تھیں - اگر میں کسی قابل ہوتی تو اُنکی صحبت میں
آدمی بن جاتی - مجھے یاد ہے کہ جب میری بسم اللہ ہوچکی
تو اماں جان نے سب سے پہلے مجھ کو نماز کی دُعائیں
اور نماز پڑھنے کے قاعدے سکھائے - جب یہ مجھے

خوب یاد ہو گئے تو نماز پر کھڑا کیا۔ دس پندرہ دِن تک اپنے سامنے نماز پڑھواتی رہیں۔ پھر جب فرصت ہوتی مجھے لے بیٹھتیں۔ اور طرح طرح سے خدا کا خوف میرے دِل میں بٹھاتیں۔ اور یہ کہتیں کہ بیٹا! خدا تعالےٰ ہر وقت اور ہر گھڑی ہمارے پاس اور ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارا جو کام ہے وہ دیکھتا ہے۔ ہماری جو بات ہے وہ سُنتا ہے۔ اگر سات پردوں میں کوئی جا کر چُھپے خدا کے سامنے ایسا ہے جیسے ہیں اور تم۔ دیکھو جس بات کو ہم منع کیا کریں کبھی اُس کے پاس نہ جانا۔ نہ ہمارے سامنے نہ ہمارے پیچھے۔ ہم نہیں دیکھتے تو خدا ضرور دیکھتا ہے۔ اِس کے سوا کھانا پینا۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ چلنا پھرنا۔ بات کرنی۔ بات سُننی۔ بڑوں کی تعظیم۔ بزرگوں کا لحاظ۔ سب باتوں کے ادب قاعدے سکھاتی رہتیں۔ اور نوکروں کے پاس بیٹھنا۔ چلّا کر بولنا۔ دَوڑ کر چلنا۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنی۔ قہقہہ مار کر ہنسنا۔ ہر وقت کُھلے سر رہنا۔

بے ضرورت کوٹھے پر چڑھنا۔ ایسی ایسی باتوں سے
روکتیں اور ہر ہر بات کی اس قدر روک ٹوک رکھتیں
کہ وہ اُنکی تنبیہ اور تاکید عمر بھر نہ بھولونگی۔ میاں!
اسی سبب سے تو بچپن کی باتیں مجھے آج تک یاد ہیں
نہیں تو پانچ برس کی بھی کچھ عمر ہوتی ہے۔ اُس عمر
کی باتیں اب تک کیونکر یاد رہتیں۔ اُنکی بہتیری باتیں
ایسی تھیں کہ اُن سے مجھے خود بخود نصیحت ہوتی رہتی
تھی۔ جب میری عمر دس بارہ برس کی ہوئی تب
میں نے جانا کہ یہ باتیں اماں جان میری نصیحت کے
لیے کیا کرتی تھیں۔ کھلونوں کا حال تو تم سُن ہی چکے
بھلا اُس عمر میں مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ کھلونے میری
تربیت کے لیے ہیں؟ اسکے سوا جب کسی نوکر سے کوئی
خطا ہو جاتی اور اُن کو یہ معلوم ہو جاتا کہ اُس نے جان
بوجھکر یہ خطا کی ہے تو اُس کو میرے سامنے دھمکاتیں
اور اس قدر بُرا بھلا کہتیں کہ میرے کان کھڑے ہو جاتے[1]

---

[1] میں خبردار ہو جاتی۔

اگر کسیکی بات میں کچھ جھوٹ معلوم ہو جاتا تو میرے
سامنے اُس پر لے دے کرتیں[۱] - اور یہ کہتیں سنو صاحب!
جھوٹ میری چڑ ہے[۲] - مجھے جھوٹ اپنی اولاد کا بھی
نہیں بھاتا - اب کے تو بولیں سو بولیں اگر پھر تمھارا
جھوٹ ثابت ہوا تو میرے ہاں آپ کا کچھ کام نہیں -
اور جب کسی سے کچھ خطا ہو جاتی اور وہ آن کر سچ
سچ کہدیتی تو اُس سے ایسی ناراض نہ ہوتیں اور کہتیں
کہ تم نے جو سچ بولا اسلیے تمھارا قصور معاف کیا -
جب کوئی گھر میں آنکر کسی بچہ کی شوخی یا شرارت کا
حال کہتا تو میرے مونھ پر یُوں کہتیں "اگر ایسا میرا بچہ ہو
تو مُوئے کا مونھ جھُلس دُوں" - بعضی دفعہ صرف میری
نصیحت کے لیے اپنے اوپر تکلیف گوارا کرتیں پر اپنی
عادت نہ چھوڑتیں - مثلاً اُن کاجی ماندا ہے[۳] اور کوئی بڑی
بوڑھی اُن کی خبر کو آگئیں - اب جب تک وہ اُن کے
پاس بیٹھی رہیں گی کیا مقدور ہے جو اماں جان پلنگ پر

---

۱ خفا ہوتیں ۲ جھوٹ سے مجھے نفرت ہے ۳ وہ بیمار ہیں -

لیٹ جائیں برابر بیٹھی رہیں گی - جو کسی نے بہت ہی کہا تو کمر سے تکیہ لگا لیا - اُن کی دیکھا دیکھی مجھے بھی ویسی ہی عادت پڑ جاتی - بعض دفعہ ایک ذرا سی بات پر مجھے اِس قدر تاکید کرتیں کہ پھر تمام عمر کو میرے لیے نصیحت ہو جاتی اور میں یہ جان لیتی کہ اس بات کا کرنا بہت ہی ضرور ہے - مثلاً میں اپنی بُغچی کھُلی چھوڑ کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور کوئی ماماں اُٹھ کر باندھنے لگی اور اسمیں اماں جان کی بھی نگاہ پڑ گئی اب کیا مجال ہے جو وہ اُسے باندھ کر رکھدے؟ پھر اُسیطرح کھُلوا کر مجھ سے بند ہوائیں گی -

یہ باتیں کہکر انّا حُسینی سے فرمایا - کیوں بی! تمھیں بھی یہ باتیں یاد ہیں؟ اُنھوں نے کہا لو اچھی کہی! تم سات برس کی جان تھیں - تمھیں تو یاد ہے - میں خاصی تیس برس کی عورت تھی مجھے یاد نہ ہوگا؟ اچھا اُس عمر کی اور باتیں بھی تمھیں یاد ہیں؟ اماں جان نے کہا بی! میں نے کوئی کتاب تو لکھ ہی نہیں رکھی - بہتیری یاد

ہیں بہتیری بھول گئی۔ انّا نے کہا بھلا جب تم اُستانی جی کے پاس پڑھنے بیٹھیں تو تمھاری کیا عمر تھی؟ اور تم کون کون سے وقت کیا کیا کام کیا کرتی تھیں؟ اور بیگم صاحب کے پاس کس وقت جاکر بیٹھتی تھیں۔ اور وہ تم کو کیا کیا نصیحتیں کیا کرتی تھیں؟ اماں جان نے کہا۔ بی! میرے مغز میں تو اتنا بوتا[1] نہیں کہ اب ساری داستان تمھارے سامنے لیکر بیٹھوں۔ میں نے کہا۔ نہیں اماں جان! ہم تو سنیں گے۔ آپ کو میری ہی جان کی قسم جو آپ نہ کہیں۔ اُنھوں نے کہا۔ لو اور سنو۔ یک نہ شد دو شد۔ یہ انّا نے میرے پیچھے اور جھاڑ کا کانٹا لگایا۔ میں جانتی یہ ذکر ہی نہ کرتی۔ اچھا میاں! جو تم کہو گے سو کروں گی۔ اب تو تم مولوی صاحب کے ہاں جاکر سبق پڑھیاؤ[2]۔ رات کو فرصت کے وقت کہونگی غرض جب رات کو کھانے پینے سے فراغت پاچکے تو اماں جان نے اپنا سارا قِصّہ بیان کیا۔ وہ کہتی تھیں

[1] اِتنی طاقت [2] پڑھ آؤ۔

کہ میں پانچ برس کی تھی جو اماں جان نے مجھے اُستانی جی
کے سپرد کیا ۔ اتنی بات تو مجھے خوب یاد ہے ساتویں
برس تک میں اُن سے فقط قرآن شریف پڑھتی رہی
اس میں پانچ چھ سپارے میں نے یاد کرلیے ۔ ابھی پڑھنے
لکھنے کی کسی نے زیادہ تاکید مجھ پر نہیں کی ۔ جب آٹھواں
سال لگا تو میرے سارے وقت رُک گئے ۔ صبح کو چھ بجے
سے نو بجے تک تو مجھے اُستانی جی قرآن شریف
پڑھاتیں ۔ پھر ایک گھنٹے مغلانی کچھ سینا پرونا سکھاتیں
دس بجے کھانا کھانے کے بعد مجھ کو اماں جان نے کھیلنے
کی چھٹی دے رکھی تھی پر میں اپنی خوشی سے اکثر مغلانی کے
پاس چلی جاتی اور کچھ نہ کچھ سینا لے بیٹھتی ۔ گیارہ بجے
ابّا جان دیوان خانہ سے محلسرا میں سونے کو تشریف
لاتے تھے ۔ وہ مجھ کو اپنے پلنگ کے برابر فرش پر
بٹھا کر اپنے سامنے نسخ اور نستعلیق کی مشق کراتے
جب تک وہ جاگتے رہتے میرے حرفوں کو دیکھتے رہتے
جہاں میرا ہاتھ بھٹکتا وہیں ٹوک دیتے ۔ جب اُنکی آنکھ لگجاتی

میں آپ بیٹھی مشق کیا کرتی - ایک کے عمل میںؔ وہ اُٹھتے تھے - میں جب تک وہیں بیٹھی لکھا کرتی - جہاں وہ ذرا ہوشیار ہوئے اور میں تختی - دوات - قلم - رکھ کر نماز کو اُٹھی - کبھی کبھی وہ مشق دیکھنے کو ٹھیرا لیتے - اگر مشق اچھی نہ ہوتی یا کم ہوتی تو مجھے رسان میں سمجھا دیتے اور اور ایک آدھ بات ایسی بھی کہہ دیتے جس سے مجھے غیرت آئے - ظہر کی نماز کے بعد اُستانی جی سے اُردو مسائل کی کتاب کا سبق لیتی - تین بجے تک اُن کی خدمت میں رہتی - جب قرآن شریف ختم کر چکی اور نماز روزہ اور نہانے دھونے کے مسئلوں سے خبردار ہو گئی تو ابّا جان نے مجھے **شاہ عبدالقادر صاحب** کا ترجمہ اور فارسی اور حساب شروع کرایا اور یہ فرمایا کہ اپنے سبقوں سے فراغت پایا کرو تو گھڑی آدھ گھڑی کو **چار درویش** یا **اخلاقِ محسنی** کا ترجمہ لے بیٹھا کرو اور اپنے آپ دیکھا کرو - جو حرف سمجھ میں نہ آیا وہ

ؔ ایک بجے کے قریب -

اُستانی جی سے پوچھ لیا - میرا جی ان کتابوں میں خوب لگتا تھا - وہ تو گھڑی آدھ گھڑی کے لیے کہتے - میں گھنٹہ گھنٹہ بھر انہیں میں لگی رہتی - تین بجے مجھے چھٹی ہوتی تھی - اِس میں کبھی تو منغلانی پاس جا بیٹھی - کچھ اُن کا کام بٹوا لیا - اور کبھی جو ہمارے ہاں کُنبے کی لڑکیاں آگئیں اور میرے بہت ہی گرد ہوئیں[۵] تو اُن کے ساتھ گڑیاں کھیلنے لگی - پر مجھ کو اماں جان نے اول ہی سے کچھ ایسا کام میں لگایا تھا کہ کھیل سے بچپن ہی میں مجھے نفرت ہوگئی تھی - غرض جب عصر کی نماز پڑھ چکی - اب باورچیخانہ میں جا کر ماماں کو مصالح پیستے - ہانڈی چڑھاتے گوشت بھونتے دیکھتی - اور نمک - پانی اور آنچ کا اندازہ نگاہ میں رکھتی - کھانا پکانے میں سب سے زیادہ مشکل کام یہی ہے - جب یہ بات میری نگاہ میں چڑھ گئی اور روزمرہ کے کھانے پکانے کی ترکیب اچھی طرح میری سمجھ میں آگئی تو اماں جان نے کہا بیٹا! کبھی کبھی کوئی

---

۵ مجھ سے بہت ہی اصرار کیا -

چیز تم بھی اپنے ہاتھ سے پکا لیا کرو۔ یہ کام دیکھنے سے نہیں آتا۔ اس میں سارا کھیل آنچ کا ہے۔ جب تک ہر ایک کھانا دس دس بیس بیس دفعہ تمھارے ہاتھ سے نہ نکلیگا کبھی نہیں آئیگا۔ دوسرے یہ عادت پڑی ہوئی خدا جانے کس وقت کام آجائے۔ آدمی کا حال سدا ایکساں نہیں رہتا۔ میری طبیعت میں سدا سے یہ بات تھی کہ ہر ایک کام کو خوب جی لگاکر سیکھتی تھی کچھ تو مجھے شوق تھا ہی۔ کچھ اُن کا کہنا ہوا۔ رفتہ رفتہ سارا کام باورچیخانہ کا اپنے ہاتھ سے کرنے لگی۔ دال دھونی۔ مصالح پیسنا چولہے میں آگ سلگانی۔ ترکاری چھیلنی۔ پیاز کترنی۔ گھی داغ کرنا۔ کباب بنانے۔ یخنی چڑھانی۔ چانول پسانے[1]۔ پلاؤ دم کرنا۔ ماماں کو فقط اپنے سامنے بٹھا لیتی اور اُس کے سامنے یہ سب کام آپ کرتی۔ اول تو میرے ہاتھ سے کھانے بگڑتے رہے۔ کبھی سالن میں نمک زیادہ ہوگیا۔ کبھی

[1] چانول اُبال کر اُن کا پانی نکالنا۔

دال کچّی رہ گئی۔ کبھی کھچڑی میں پانی زیادہ پڑ گیا۔ کبھی گوشت بھونتے میں داغ لگ گیا۔ کبھی چانولوں میں کنی رہ گئی۔ مگر اماں جان کبھی اِس پر خفا نہ ہوتیں۔ جو ابّا جان کسی دن جھنجلاتے تو اشارہ سے اُنہیں منع کر دیتیں۔ اور میرے پس غیبت یہ کہتیں جیسے تم سمجھے ہو اُس نے کھانا نہیں پکایا۔ زُبیدہ نے پکایا ہے۔ وہ ابھی آپ سے میرے کہنے سے کبھی کبھی کوئی پتیلی پکا لیتی ہے۔ یونہیں پکاتے پکاتے ہاتھ سنور جائے گا۔ جو ابھی سے اُس کے پکانے کو نام دھرو گے تو وہ پھر کبھی چولہے پر جا کر قدم بھی نہیں رکھنے کی۔ غرض چند روز میں مجھے کھانا پکانے کا خاصا ڈھب ہو گیا۔ جو کھانے کدھی کدھار[۱] پکتے تھے اُنکی بھی ترکیبیں میں نے سیکھ لی تھیں۔ پر میں تو سچّی بندی ہوں مجھے اُن کا پکانا جیسا چاہیئے ویسا آج تک نہیں آتا۔ اصل بات یہ ہے کہ یا تو جسے زبان کا لپکا[۲] ہوتا ہے اُسے ویسی چیزیں آتی ہیں یا جن کا یہ کام ہے اُنہیں

۱؎ کبھی کبھی ۲؎ مزہ دار کھانوں کا شوق۔

آتی ہیں۔ مجھے نہ کبھی دُور پار چٹورپن کی عادت ہوئی نہ خدا کے فضل سے کہیں ماماں گیری کرنی تھی۔ پھر آتا تو کیونکر آتا؟ اب رہی روٹی پکانی۔ سو اس سے البتّہ میں ذرا جی چُراتی تھی۔ امّاں جان نے جو دیکھا کہ یہ اِس سے گھبراتی ہے آپ چُولھے پر آن بیٹھتیں۔ اور ایک دو روٹی اپنے ہاتھ سے توے پر ڈالتیں پھر مجھ سے ڈلواتیں۔ میں نے کہا یہ فقط میرا دل بڑھانے کے لیے اپنے اُوپر تکلیف اُٹھاتی ہیں یہ کچھ بات نہیں۔ ایک دِن میں نے کہا امّاں جان! آپ کو میرے سر کی قسم بس آپ اپنی جاگہ[1] بیٹھی رہا کریں۔ میرا جی پہلے پہلے تو بیشک ذرا رُکتا تھا اور اب تو مجھ سے کیتّے میں روز سَن بھر آٹا پکا رکھ دیا کروں۔ غرض چند روز میں مجھے روٹی پکانی بھی آ گئی۔ چپاتیاں۔ پُھلکے۔ روغنی روٹی۔ بیری[2] روٹی۔ پراٹھے۔ سب اپنے ہاتھ سے پکا لیتی تھی۔ خیر یہ کہنا تو بیوقوفی ہے کہ میں ماماں سے

---

[1] جگہ [2] چنے کی پسی ہوئی دال بھری ہوئی روٹی۔

اچھا پکاتی تھی - وہ بہتر میری اُستاد ہی تھی پر میرے ہاتھ
کا پکا ابّا جان کے موُنھ کو ایسا لگ گیا تھا کہ اُن کو کسی
باورچی کے ہاتھ کی چیز پسند نہ آتی تھی - اب خدا جانے
وہ سچ مچ میری تعریف کرتے تھے یا خاطر سے کرتے تھے
جُوں جُوں وہ میری تعریف کرتے ہیں اور جی لگا کر پکاتی -
غرض جب سب کھانے سے فراغت پا چکتے تو
رات کے نو دس بجے تک امّاں جان کے پاس بیٹھنے کا
معمول تھا - وہ باتوں ہی باتوں میں مجھے ہر طرح کی
نصیحت کرتی رہتی تھیں - اور سب سے زیادہ پڑھنے
لکھنے کا شوق دلاتیں - اول تو اُنھوں نے میرے لیے
ایک چھوٹی سی الماری بنوائی اور ابّا جان کے کتب خانہ
میں جتنی چھوٹی چھوٹی کتابیں تھیں اُن سب کی
خوبصورت خوبصورت جلدیں بندھوائیں - کسی کا
رنگ سبز - کسی کا سُرخ - کسی کا زرد - کسی کا آبی - کسی کا
بادامی - اور سب پر سُنہری ٹھپّا کیا ہوا - غرض وہ سب
کی سب میری الماری میں چُن دیں - اور کہا - بٹیا! یہ

الماری تمھارے لیے ہے۔ اور لو اس کی کنجی بھی تم ہی اپنے پاس رکھو۔ مگر میں نے اُستانی جی سے تمھاری کچھ بھی فریاد سُنی تو الماری چھین لوں گی۔ کتاب کی محبت میرے دل میں اُسی دن سے پیدا ہوئی اور اُس کے چھن جانے کے ڈر سے پڑھنے میں بھی خوب جی لگاتی تھی۔ پھر کبھی یوں کہتیں۔ بٹیا! تم یہ بھی جانتی ہو کہ اِن کتابوں کے پڑھنے سے کیا ہوتا ہے۔ دیکھو! تمھارے چچا جان کی اتنے دِنوں سے خبر نہیں آئی۔ اگر تم یہ کتابیں پڑھ لو اور اُن کا ذرا بھی پتہ معلوم ہو جائے تو تم یہیں بیٹھی بیٹھی اُن سے روز باتیں کرلیا کرو۔ کبھی کہتیں۔ تم یہ بھی جانتی ہو یہ سورج روز صبح کو کہاں سے آتا ہے اور شام کو کہاں چلا جاتا ہے؟ اِن کتابوں کے پڑھنے سے تمھیں یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کبھی کہتیں۔ بٹیا! بھلا یہ تو بتاؤ یہ جو غریبوں کے بچے ننگے کھلے پھرتے ہیں، انہیں اور تم میں کیا فرق ہے؟ کیا یہ آدمی نہیں ہیں؟ میں کہتی۔ اماں جان! کیوں

آدمی کیوں نہیں؟ بھلا واری[۱]! پھر یہ کیا بات ہے کہ تمہارے پاس تو خدا کا دیا کپڑا لتا گہنا پاتا سب کچھ ہے اور اُن کے نہ پاؤں میں جوتی ہے۔ نہ سر پہ ٹوپی۔ نہ بدن میں کپڑا؟ بس ساری بات یہ ہے کہ اُن کے ہاں پڑھنے لکھنے کا دستور نہیں ہے اور ہم کو خدا نے یہ عزت علم کی بدولت دے رکھی ہے۔ کبھی کہتیں۔ بھلا یہ تو بتاؤ۔ اچھے کھاتے پیتوں کی اولاد فقیر کیوں ہو جاتی ہے؟ اور بھوکے ننگوں کی اولاد امیر کیوں ہو جاتی ہے؟ پھر آپ ہی کہتیں۔ بیٹا! جب پڑھے لکھوں کی اولاد جاہل رہجاتی ہے تو نیستی آجاتی ہے اور جہاں بے پڑھوں کی اولاد کچھ پڑھ لکھ لیتی ہے اُس گھر کے دن پھر جاتے ہیں۔ کبھی کہتیں۔ بھلا یہ تو بتاؤ ہمارے گھر میں بڑی قیمتی چیزیں کیا کیا ہیں؟ میں کہتی۔ اماں جان! سب سے زیادہ تو جڑاؤ گہنا ہے۔ اُس سے اُتر کر سادہ گہنا ہے۔ پھر کپڑا ہے۔ تانبے کے برتن ہیں۔ چینی کے باسن ہیں

[۱] میں تم پر قربان ہو جاؤں۔

فرش ہے - قالین ہے - کوچ ہے - مسہری ہے - پلنگ ہے - پیڑھا ہے - یہی چیزیں ہیں - آپ کہتیں نہیں لاڈو[۱]! ایسی بات پھر نہ کہنا - سارا گھر تو ایک طرف اور تمھاری الماری کی ایک کتاب ایک طرف تو بھی برابر نہیں ہو سکتے - ان کتابوں میں بعضے بعضے حرف ساری دُنیا کے مول سے زیادہ کے ہیں - کبھی کہتیں - بھلا یہ تو بتاؤ مردوں کا درجہ بڑا ہے یا عورتوں کا؟ میں کہتی - امّاں جان! مردوں ہی کا درجہ بڑا معلوم ہوتا ہے آپ کہتیں - نہ بیوی! ایسا ہرگز نہ سمجھنا - علم ایسی چیز ہے جس کی بدولت ایک عورت لاکھوں کروڑوں مردوں کو اپنا تابعدار بنالے - دیکھو ہماری بادشاہزادی ملکہ وکٹوریا یہاں سے ہزاروں کوس بیٹھی اپنے علم کے زور سے دو ولایتوں پر بادشاہت کر رہی ہیں - کبھی کہتیں - بیٹیا! اگر تم ان کتابوں کو پڑھ لو تو گھر میں بیٹھی سارے ملکوں کی سیر کر لیا کرو - اور آسمان کے اوپر اور زمین

[۱] پیاری - جسکی ناز برداری کیجائے -

کے نیچے اور دریا کی تہ میں اور پہاڑ کی کھوہ میں جو کچھ ہے
سب تم پر آئینہ ہو جائے - کبھی ہمارے کُنبے کی لڑکیوں
میں جو پڑھی لکھی ہوتی اُسکی ہزار ہزار زبان سے تعریف
کرتیں اور جو اَن پڑھ تھیں اُنکی طرح طرح سے ہجو کرتیں
غرض نو دس برس کی عمر تک مجھے اسیطرح
کے دم دِلاسوں سے پڑھنے لکھنے کا شوق دلاتی رہیں-
اُن کی اِن باتوں سے میرے دل پر ایسا اثر ہوتا تھا کہ
دِن پر دِن مجھے عِلم کی قدر زیادہ ہوتی جاتی تھی

آ - محمودہ بیگم کیا بجا ہو گا ؟

م - حضرت ! ابھی ابھی دس بجے ہیں -

آ - بس بیٹیا ! جاؤ سو رہو - صبح کو سویرے اُٹھنا ہے
اب آگے کل کو سُننا -

تیسری مجلس

زُبیدہ خاتون کا باقی بیان

جب میں سمجھدار ہوگئی تو اماں جان نے مجھ کو اور اور طرح سے سمجھانا شروع کیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دن کھانا کھا کر سات بجے سے جو بیٹھیں بارہ بجے تک یہی نصیحتیں کرتی رہیں کہ بیٹیا! علم بڑی دولت ہے۔ علم سے خدا ملتا ہے۔ علم سے نجات ہوتی ہے۔ علم کے آگے مال اور دولت کی کچھ حقیقت نہیں۔ ایک محتاج آدمی جو علم رکھتا ہو وہ بے علم بادشاہ سے بہتر ہے ایک آدمی کا علم اور ہزار آدمیوں کی عبادت برابر نہیں ہوسکتی۔ جس آدمی میں علم نہیں وہ آدمی نہیں جانور ہے اور جس گھر میں کوئی علم والا نہیں وہ گھر نہیں جانوروں کا ڈربا ہے۔ اور جس ملک میں علم کا رواج نہیں وہ ملک

ان میں کوئی نیا کام نہ کرو۔ بدھ کے دن سفر کو نہ جاؤ۔ جمعرات کو مسہل نہ لو۔ حکیم کے ہاں نہ جاؤ۔ فصد نہ کھلواؤ۔ رات کو ادوائن نہ کھینچو۔ چھپکلی کپڑوں پر گر پڑے تو سونے کا پانی بدن پر ڈالو۔ ہچکیاں آئیں تو جانو کوئی یاد کرتا ہے۔ مکھی مونھ میں چلی جائے تو جانو کچھ مٹھاس کھائینگے بچہ کی آنکھیں دکھیں تو چھوت جھاڑو۔ بچہ کے چیچک نکلے تو گوشت نہ بگھارو۔ اُجلے کپڑے پہنکر نہ آؤ۔ نہا کر نہ آؤ۔ پلنگ پر جھاڑو نہ دو نحوست آتی ہے۔ کوری ٹھلیا بھری جائے تو پہلے کسی مرد کو پانی پلالو۔ کسیکی ناک کو اپنا ہاتھ لگ جائے تو اُس کا ہاتھ اپنی ناک کو لگالو نہیں تو وہ بیمار ہو جائے گا۔

غرض اسیطرح کی سیکڑوں باتیں ہیں کہاں تک بیان کروں۔ اور بٹیا ہمارے شہر میں تو جب سے عورتیں کچھ کچھ پڑھنے لکھنے لگی ہیں بہت باتیں چھوٹ بھی گئیں ہیں پر قصبات کی عورتیں اب تک ان باتوں کو مانے جاتی ہیں ایک بھلے مانس کہیں باہر کے رہنے والے ہمارے پڑوس

ہیں آ کر رہے تھے اُن کی عورتوں سے ہمارا بھی ملنا جلنا تھا انہیں جو دیکھا تو اسیطرح کی سیکڑوں باتیں اُن کی زبان پر تھیں۔

اسکے سوا تیج تہوار، موت شادی میں جو رسمیں ہوتی ہیں اُن کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں۔ اُنھیں نہ کچھ دین کا فائدہ ہے نہ دُنیا کا اور لاکھوں روپیہ یُونہیں برباد ہوتا ہے مرد کماتے کماتے تھک جاتے ہیں پر عورتیں اُٹھاتی اُٹھاتی نہیں تھکتیں۔ تمہارے ابا کہتے تھے کہ انگریزوں نے یہاں کی رسمیں ایک کتاب میں لکھ کر اپنی ولایت کو بھیجی ہیں۔ جب سے میں نے یہ بات سُنی ہے۔ مجھے رہ رہ[1] کے خیال آتا ہے۔ ہے ہے! جس ملک کا بچہ بچہ پڑھا لکھا اور کیا مرد اور کیا عورت سب عقل کے پُتلے ہیں جب وہ لوگ اُس کتاب کو دیکھتے ہوں گے تو ہماری بیوقوفیوں پر کیسے ہنستے ہوں گے؟ اور ابھی کیا ہے دیکھئے ہماری جہالت ہم کو اور کیا کیا دِکھاتی ہے؟ ہماری

---

[1] بار بار

بہنیں اسی بات پر چاہتی ہیں کہ خاوند ہمارے تابعدار
رہیں اور ہمارے پاؤں دھو دھو کر پئیں؟ ذرا اپنے گریبان
میں تو سونھ ڈال کر دیکھیں کہ ہم کون ہیں اور کن کو اپنا تابعدار
کیا چاہتی ہیں؟ اگر تمہارا دل بیل اور گائے بکری سے ملجائے
تو تمہارے خاوندوں کا دل بھی تم سے ملے۔ تم میں اور اُنمیں
اتنا ہی فرق ہے جتنا آدمی اور جانور میں۔ ہاں جو تم بھی پڑھ
لکھ کر آدمی بنو تو تم سے زیادہ کوئی اُن کا دوست اور غمخوار
نہیں۔ سنو! آدمی کا دِل آدمی سے جبھی مِلتا ہے جب
دونو کی طبیعت ایک سی ہوتی ہے۔ بچوں کے ساتھ کیسا
ہی پیار اخلاص کرو مگر وہ بڑوں کی صحبت سے سو سو کوس
بھاگتے ہیں۔ لیکن کوئی بڑا آدمی اُن میں مل کر اُنہیں کے
سے کھیل کھیلنے لگے تو اُن کا پرچانا کچھ بھی مشکل نہیں۔
اسیطرح بڑے بوڑھے جوانوں کی صحبت سے گھبراتے ہیں
لیکن اگر کوئی جوان آدمی بھاری بھرکم بن کر بوڑھوں کی سی
باتیں کرنے لگے۔ تو وہ اُس سے گھل مِل کر باتیں کریں گے۔
اور عورت مرد کا دل تو خدا کی قدرت سے مِلا ہوا ہے جسطرح

مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اسیطرح مرد
کا دل عورت کی طرف خود بخود کھچتا ہے - اب اگر عورت میں
ایک اتنی بات اور ہو کہ جو کام کرے اسکے مزاج کے
موافق کرے اور جو بات کہے اُس کے جی لگتی کہے تو
پھر مرد کو اور کیا چاہیئے ؟ یقین تو یہ ہے کہ پھر گھڑی بھر
کے لیے اُسکی جدائی گوارا نہ کرے - مرد کو ایسا سمجھو
جیسے پیاسا اور عورت کو ایسا سمجھو جیسے چشمہ - اگر چشمہ
کے گرد درختوں کا سایہ بھی ہے اور چاروں طرف
سبزہ بھی لہلہا رہا ہے اور ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی ہے
تو پانی پی کر پیاسے کا جی بے اختیار یہ چاہے گا کہ دو چار
گھڑی یہاں بیٹھ کر سبزہ کی بھی سیر دیکھیے - اور جو
نرا چشمہ ہی چشمہ ہے اور کچھ ایسی فضا کی جگہ نہیں ہے
تو پانی پی کر اپنا رستہ لے گا - اِسیطرح اگر گھر کی
بیوی مزاج کے موافق ہے تو خاوند اُس کے پاس بھی
بیٹھے گا - اُس سے بات چیت بھی کرے گا - اُس سے
صلاح بھی لے گا - اُس کا جی بہلیگا تو اِس سے بہلیگا -

اُس کا دل لگیگا تو اِس کی صحبت میں لگیگا - کھانا - پینا - سونا بیٹھنا - ہنسنا - بولنا - کوئی چیز اِس کے بغیر بھلی نہیں لگنی کی لیکن مردوں کا مزاج پہچاننا اور ہر ایک بات اُن کے مزاج کے موافق کرنی اور اُن کے دِل میں گھر کرنا عورت کو بغیر علم کے نہیں آسکتا - کیونکہ گھر کی چار دیواری میں ایسی چیز جو اُسکو آدمیت سکھائے عِلم کے سوا کوئی نہیں - بلکہ جو عورتیں باہر پھرتی ہیں وہ بھی بغیر عِلم کے کچھ سلیقہ حاصل نہیں کر سکتیں - ہندوستان میں بیسیوں قومیں ایسی ہیں جن کے ہاں پردہ کا دستور نہیں پَر میاں بیوی میں اُن کے ہاں بھی اَن بَن رہتی ہے - ہاں انگریزوں میں بیشک یہ بات سُننے میں آئی ہے کہ جیسی اُن کے ہاں میاں بیوی میں محبت ہوتی ہے ایسی کہیں نہیں ہوتی - بس اِس کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی عورتیں پڑھی لکھی قابل ہوتی ہیں - ہر طرح خاوندوں کا دِل ہاتھ میں رکھتی ہیں - کوئی بات اُن کی مرضی کے خِلاف نہیں کرتیں - خاوند بھی

اُن کا دَم بھرنے لگتے ہیں - بیٹیا! عِلم بڑی شے ہے۔ اَگلے زمانہ میں جو پڑھی لکھی عورتیں گزری ہیں اُنہوں نے مردوں سے بھی بڑھ کر کام کیے ہیں۔ **شاہجہاں بادشاہ** نے اپنی بیٹی **رَوشن آرا بیگم** کو خوب پڑھایا لکھایا تھا۔ جب **عالمگیر** نے باپ کو قید کیا تو **روشن آرا** نے باپ کا ساتھ نہ چھوڑا - اور آپ بھی **شاہجہاں** کے ساتھ قید خانہ میں چلی گئی اور ہمیشہ لونڈیوں کی طرح باپ کی خدمت کرتی رہی۔ دیکھو **عالمگیر** سا بیٹا - پڑھا - لکھا - مولوی - نمازی - پرہیزگار اُس نے تو باپ کے ساتھ وہ سلوک کیا اور بیٹی نے یہ حق ادا کیا کہ آجتک لوگ اُسکی تعریف کرتے ہیں۔ یہ ساری عِلم کی خوبیاں ہیں - اور خیر یہ تو اگلے زمانہ کی بات ہے شاید کوئی نہ بھی مانے - میں تمہیں اِس سے بھی پاس کی بات بتاؤں - تمہارے باپ سے ایک انگریز سے ملاقات تھی - اُس کی میم سے ہمارا بھی ملنا جلنا تھا - وہ ایک دِن کہتی تھی کہ ہماری بادشاہزادی

ملکہ وکٹوریا نے ایک کتاب لکھی ہے۔ اُس میں اوّل سے آخر تک اپنے میاں کا اور اپنا اور اپنی اولاد کا حال لکھا ہے۔ اُس میں بیسیوں باتیں ایسی ہیں جن کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اکبر! خدا تعالیٰ نے دُنیا میں ایسی ایسی عورتیں بھی پیدا کی ہیں۔ خیر بادشاہزادیوں کی رِیس کرنی تو مشکل ہے پَر آدمی اتنا تو ہو کہ اپنے نفع کو نفع جانے۔ اپنے نقصان کو نقصان سمجھے۔ یہ نہیں کہ بڑے بوڑھوں سے جو کچھ سُن لیا اُسی پر جمے ہوئے ہیں خواہ اِس میں نفع ہو خواہ نقصان ہو۔ بچّہ چیچک میں مرے یا جیے پَر کیا ڈر ہے جو اس کا عِلاج ہو۔ بہت کیا سونے کا پانی پلادیا۔ یا بٹیھکر نیم کی ٹہنی جھلنے لگیں۔ ہاں یہ روک ٹوک ضرور ہوگی کہ گھر میں گوشت نہ پکنے پائے۔ کسی کھانے کو بگھار نہ دیا جائے۔ جو نہاکر یا اُجلے کپڑے پہنکر آئے اُس کا پَرچھاواں بچہ پر نہ پڑے سرکار نے جو ٹیکا نکالا ہے اُس کا یہ حال ہے کہ اگر سَو بچوں کے لگایا جائے تو خدا کی ذات سے امید تو یہ ہے

کہ سَو میں نوّے کے تو بالکل نہ نِکلے اور دس جو باقی رہے اُن کو بھی خدا کے فضل سے کچھ ایسی جوکھوں نہیں۔ اگر نِکلی بھی تو کم نِکلے گی۔ تمہارے ابّا ایک دن کہتے تھے کہ میں نے آجتک کِسی انگریز کے مُونھ پر چیچک کا داغ نہیں دیکھا۔ مگر یہاں یہ صورت ہے کہ ٹیکے کے نام سے ہول آتا ہے۔ سرکاری ڈاکٹر چیچک کے دنوں میں گلی گلی پھرتے ہیں کہ کوئی اپنے بچہ کے ٹیکا لگوائے۔ مگر یہ ایسی ڈرتی ہیں جیسے کوئی موت سے ڈرتا ہے۔ جہاں ڈاکٹر کا نام سُنا اور دروازوں کی کُنڈیاں دے لیں۔ آگے چل کر گلرالی۔ بَدّ۔ اَورنگ زیبی۔ کنٹھمالا۔ کنپہیڑ اور اور طرح طرح کے پھوڑے پُھنسی جو بچوں کے نکلتے ہیں اُن میں مہینوں بچوں کو گلاتی ہیں۔ اور ہندوستانی جراہوں کے ڈھکوسلوں پر رکھتی ہیں۔ یا مُلّا سیانوں سے جھڑواتی ہیں۔ پر ڈاکٹری علاج جس سے ایسے ایسے برسوں کے روگ ایک آن کی آن میں جاتے رہتے ہیں۔ اُس کی ہوا تک نہیں لگنے

نہیں ڈھوروں کا جنگل ہے - علم کی عزت مال و دولت
کی عزت سے کہیں سوا ہے - امیر آدمی کی عزت یا
کپڑے لتے سے ہے یا مسند تکیہ سے - یا نوکروں
چاکروں سے - یا ہاتھی گھوڑوں سے - جہاں اُن سے
الگ ہوا پھر جہاں اور خدا کی مخلوق ہے ایک وہ بھی ہے
اور علم والا جس حال میں رہے گا اور جہاں جائیگا اور
جس سے ملیگا اُسکی عزت ویسی ہی بنی رہے گی -
بہت دُور کیوں جاتی ہو جتنا ادب تم اُستانی جی کا
کرتی ہو اور جتنی اُن سے دبتی ہو اور اُن کا لحاظ کرتی ہو
کسی اور سے بھی تمہارا یہ حال ہے ؟ میں نے کہا اماں جان
پھر وہ میری اُستاد بھی ہیں - اُستاد کا ادب سبھی کیا
کرتے ہیں - کہا - بٹیا ! مغلانی بھی تو تمہاری اُستاد ہیں !
ماماں نے بھی تو تمھیں کھانا پکانا سکھایا ہے ؟ اُن کا اتنا
ادب کیوں نہیں کرتیں ؟ بنّو ! اُستانی جی کی عزت ساری
علم سے ہے بھلا تم تو اُن کی شاگرد ہو ہم جو اُن کی
اتنی تعظیم کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں ؟ آخر ہماری تو نوکر

ہی ہیں - مگر یہ چار حرف وہ چیز ہیں کہ آدمی جس کا نوکر ہو اُسی سے تعظیم لے - اِسکے سوا اگر سچ پوچھو تو ہم لوگ پڑھے لکھوں کے سامنے بالکل اندھے ہیں - اپنے نفع کو ہم نہیں پہچانتے - اپنے نقصان کو ہم نہیں سمجھتے - بات کرنے کا ہمیں سلیقہ نہیں - بات سمجھنے کا ہمیں وَقُوف نہیں - یہ جو بعضے گھروں میں میاں بیوی کی نہیں بنتی اور عورتیں آپسمیں بیٹھکر مردوں ہی کو بُرا ٹھیراتی ہیں - اگر کوئی مجھ سے پُوچھے تو میں اس کا جواب دُوں ؟ ہے ہے ! کیا بُرا زمانہ ہے ؟ اِنصاف تو کہیں نام کو نہیں - ارے احمقو ! تم سے مَردوں کا دِل کیا خاک ملے ؟ اوّل تو خدا تعالیٰ نے مَردوں کی ذات ہی میں عقل و شعور تم سے زیادہ رکھا ہے - دُوسرے پڑھنا لکھنا اُن کا کام ہے - جو گئے سے گیا[۱] ہوگا وہ بھی کچھ نہ کچھ ہنر رکھتا ہوگا - اور کچھ نہیں تو پڑھے لکھوں سے سُن ہی سُنکر اُس نے ہزاروں باتیں یاد کرلی ہوں گی -

---

[۱] نِکمّے سے نِکمّا -

آخر مرد ذات ہے۔ سبھی سے مِلتا ہے۔ سبھی کے ہاں آتا جاتا ہے۔ سب ہی کے پاس اُٹھتا بیٹھتا ہے۔ مولوی کی صحبت میں بیٹھے گا چار مسلے دین کے سیکھیگا۔ دس باتوں کی بُرائی بھلائی سے واقف ہوگا۔ طبیب سے ملیگا چار باتیں طبابت کی سیکھیگا۔ کچہری میں جائیگا۔ نئے نئے حکم نئے نئے قانون سُنیگا۔ بڑے بوڑھوں میں بیٹھیگا زمانہ کی اُونچ نیچ سے خبردار ہوگا۔ آخر یُوں ہی ہوتے ہوتے آدمی ہو جائے گا۔ تم بتاؤ تم نے آدمیت کہاں سے سیکھی؟ اور کیونکر سیکھی؟ گھر کی عقل تم میں جمی جم ہے۔ کچی تمہاری طبیعت میں داخل ہے۔ علم سے تمہیں کچھ بحث ہی نہیں۔ تمہارے نزدیک جسطرح باہر پھرنا پردیس جانا۔ کمائی کرنی۔ یہ سب کام مردوں کے ذمہ ہیں۔ اسیطرح پڑھنا لکھنا بھی اُنہیں کا کام ہے۔ اب رہی صحبت۔ سو خدا کے فضل سے یہاں آوا کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ میکے میں نانی۔ دادی۔ ماں۔ بہن۔ بھاوج چچی۔ خالہ۔ پھپھی۔ اور سسرال میں ساس۔ نند۔ دیورانی

جٹھانی۔ خلیا ساس۔ چچیا ساس۔ پُھپیا ساس۔ غرض سارے کنبے میں چھوٹے سے لیکر بڑی تک اور جوان سے لے کے بوڑھی تک کوئی اتنی نہیں جسکے پاس بیٹھکر تم کچھ آدمیت سیکھو۔ جسے دیکھو اُسے اِسکے سوا کچھ نہیں آتا کہ چار سر جوڑ کر بیٹھ گئیں اور زمانہ کی بُرائی کرنی شروع کی۔ کوئی ساس نند کا جھینکنا جھینکتی ہے۔ کوئی دیورانی جٹھانی کا دُکھڑا روتی ہے۔ کوئی بہو پر زہر اُگلتی ہے۔ کوئی خاوند کا صبر سمیٹتی ہے۔ کوئی کسیکی شادی کو نام دھرتی ہے۔ کوئی کسیکے جہیز پر ہنستی ہے۔ کوئی کسی کی ذات میں عیب نکالتی ہے۔ اور جو اس میں کسی نے کسی کی بات کاٹ دی تو آپس ہی میں جنگ ہونے لگی۔ اِس کے سوا مزاجوں کا وہ حال ہے کہ جو ذرا تیز مزاج ہیں وہ تو چلتی ہوا سے لڑتی ہیں۔ بات اِس طرح کرتی ہیں جیسے کسی نے پتھر دے مارا۔ میاں سے بات بات میں اُڑ پیچ[۵۱] نکالنی۔ بچوں کو خواہی نخواہی کوسنا۔ نوکروں سے

---

۵۱ بدمزگی کی باتیں کرنا۔

حق ناحق اُلجھنا - اور جن کے مزاج میں ذرا دھیما پن ہے
اُن کی یہ صورت ہے کہ اُن سے ہلکر پانی نہیں پیا جاتا -
ماماں نے جیسا پکا دیا ویسا کھا لیا - مغلانی نے جیسا سی دیا
ویسا پہن لیا - کھانے میں نمک زیادہ پڑ گیا تو بلا سے
کپڑے میں جھول رہ گیا تو جوتی کی نوک سے - پانی کی
ٹھلیاں کھلی پڑی ہیں تو کچھ خبر نہیں - برتن بے قلعی ہوگئے
ہیں تو کچھ پروا نہیں - ایسوں کے پاس بیٹھکر آدمی تو کیا
بنو گی اور کہیں رہی سہی آدمیت بھی نہ کھو بیٹھو؟ ہاں ایک
نیا مذہب سارے جہان سے نرالا - ساری خدائی سے
انوکھا - نہ جس کا قرآن میں پتا نہ جسکا حدیث میں ذکر - وہ
البتّہ سیکھ جاؤ گی - میں نے کہا - اماں جان! کیا عورتوں کا
مذہب دُور پار سب سے جُدا ہے - کہا - بیٹا! کیا تم نے
اُن کے مسئلے نہیں سُنے؟ سچ ہے تم کہاں سے سُنتیں؟
اگر تمہاری ماں بھی اوّل دن سے تم کو یہی باتیں سکھاتی
اور نماز روزہ کی جگہ انہیں باتوں کی تاکید رکھتی تو تم کو
معلوم ہوتا کہ عورتوں کے دلوں میں کیا کیا خبط سمائے ہوئے

ہیں؟ میں نے کہا۔ اچھی اماں جان! وہ کیا مسئلے ہیں ذرا مجھے بھی تو سُنا دو؟ کہا۔ بٹیا! ایک بات ہو تو کہوں اُنہوں نے تو ہزاروں خرافات جوڑ رکھے ہیں۔ قینچی نہ بجاؤ۔ دسپنا[1] نہ بجاؤ۔ چاکو سے ناخن نہ لو۔ نہلیا پر ہاتھ دھر کے پانی نہ پیو۔ یہ سب باتیں نحوست کی نشانی ہیں۔ ننگے سر پانی پیو تو سر پر ہاتھ رکھ لو۔ چوکھٹ پر ہاتھ رکھکر کھڑے نہ ہو اور بھولے سے رکھ دیا تو دونو ہاتھوں کو چوم لو۔ دو آدمیوں کے بیچ میں سے آگ نہ نکالو نہیں تو اُن میں لڑائی ہو جائے گی۔ چھلنی سر پر نہ رکھو نہیں تو گنج ہو جائے گا۔ ترازو سے کھڑے ہو کر نہ تولو نہیں تو برکت جاتی رہے گی۔ کھانا کھا کر انگڑائی نہ لو نہیں تو کھایا پیا سب کُتّے کے پیٹ میں چلا جائے گا۔ جھاڑو کو بدن سے نہ لگنے دو نہیں تو بدن سینک سا ہو جائیگا۔ ڈوئی کو بدن سے نہ لگنے دو نہیں تو کھانے کا ہوکا ہو جائیگا ٹھکرایا ہوا یا لانگا ہوا پانی نہ پیو۔ جس پلنگ پر بچّہ سوتا ہو

[1] چمٹا۔

اُسنے پٹیاں پکڑ کر نہ اُٹھاؤ اور جو اُٹھالیا تو دونو طرف سے ہاتھ مِلا کر چوم لو۔ جس پانی کو تین ہاتھ لگ جائیں اُسے پھینک دو یا چوتھا ہاتھ لگا لو۔ کہیں بیٹھ کر پاؤں نہ ہلاؤ۔ رِزق ہلتا ہے۔ چراغ کو پھونک مار کر نہ بجھاؤ مونھ میں سے بدبُو آنے لگیگی۔ بچّوں کو دُودھ۔ دہی۔ چانول کِھلاؤ تو راکھ چٹا دو نہیں تو نظر ہو جائے گی۔ بدن میں کپڑا سینے سے نیستی آتی ہے۔ گھر میں سیہ کا کانٹا رکھنے سے لڑائی ہوتی ہے۔ جس پر مَرت بیائی[۱] کا آنچل پڑجائے اُس کا بچہ بیمار ہو جائے گا نہیں تو آنچل کا کونا کتر کر جلا دو۔ کسی کے ہاں مہمان جاؤ تو تیسرے دن نہ آؤ۔ بُدھ کے دن کسیکے ہاں نہ جاؤ۔ دولہن کا جوڑا سیو تو سات سُہاگنوں کا ہاتھ لگا لو۔ صبح کو کوّا بولے تو جانو کوئی عزیز پردیس سے آنیوالا ہے اُسکے سامنے سب پردیسیوں کے نام لینے شروع کرو جسکے نام پر وہ اُڑ جائے وہی آئے گا۔ صبح اُٹھتے ہی حکیم کا نام لو تو چیرے والا اور دھوبن کا نام لو تو اُجلی کہو۔ چاند کو

[۱] جس عورت کے بچے مر جائیں۔

اُوپر والا۔ سانپ کو رسّی۔ ہیضہ کو ٹھنڈکارا۔ مسان[1] کو بِناواں کہو۔ رات کو کُتّے بھونکیں تو جانو انہیں شیطان دِکھائی دیتا ہے۔ توا چولہے سے اُتر کر ہنسے تو جانو کچھ خوشی ہونیوالی ہے۔ اُٹھتے ہوئے کوئی چھینک دے تو بیٹھ جاؤ۔ اُلٹی چارپائی کھڑی نہ کرو نحوست کی نشانی ہے کپڑا بیونتو[2] تو زمین کو چھوا لو۔ پانی میں مونھ نہ دیکھو۔ دوا پیو تو کٹورا اُلٹ دو۔ پاؤں پر پاؤں نہ دھرو نحوست آتی ہے جوتی پر جوتی چڑھ جائے تو جانو کہیں سفر کرنا ہے۔ کھانا کھا کے اُوپر سے نہ دو نہیں تو صدقہ ہو جائے گا۔ کسی پر سے لانگھ کے نہ جاؤ نہیں تو سر دُکھے گا۔ ناک کھجلائے تو باہر سے آئے ہوئے مرد کی جوتی لے کر سات بار چھوا لو نہیں تو بیمار ہو جاؤ گے۔ ٹہلیا نہ بجاؤ نحوست آتی ہے۔ جس نے دوسرا نکاح کیا ہو اُسے بیوی کی صحنک پر نہ بٹھاؤ۔ تیسری۔ تیرھویں۔ تیئسویں اور آٹھویں۔ اٹھارویں۔ اٹھائیسویں یہ سب تاریخیں نحس ہیں۔

[1] پسلی کا درد جو بچوں کو ہوتا ہے۔ [2] قطع کرو۔

دیتیں۔ پھر جب بچہ کو تپ بخار کا عارضہ ہوگا حکیم کو
کبھی نہ دکھائیں گی۔ نظر گذر کے بھلاوے میں کچھ اور ہی
اور علاج کریں گی۔ کہیں نون رائی یا کالے دانے کی
دھونی دیں گی۔ کہیں بچہ پر سے صدقہ اُتار کر چوراہہ میں
رکھوائیں گی۔ پھر جب بچہ کی آنکھیں دُکھیں گی کبھی حکیم یا
کحال کا علاج نہ کریں گی۔ علاج میں علاج کریں گی تو
یہ کریں گی کہ ایک رسّی پر چیتھڑا لپیٹ کر ایسی جگہ ڈلوائینگی
جہاں آئے گئے اُس پر سے لانگ کر جائیں۔ پھر اُس کو
تیل میں ڈبو کر روشن کریں گی۔ اور باسن میں پانی
بھر کر بچہ پر سے چھوت جھاڑیں گی اور ہر بار بچہ سے
یہ پوچھتی جائیں گی کہ چھوت جھڑی؟ وہ کہیگا ہاں چھوت
جھڑی۔ تیسری بار اُس بتی کو پانی میں ڈال دیں گی۔
آگے چل کر جس عورت کی اولاد نہیں جیتی اُس کے کچھ
اور ہی اور علاج ہیں۔ کہیں گرہشت ہے۔ کہیں نہان ہے
کہیں یہ روک ٹوک ہے کہ کڑھائی کا پکّا نہ کھائے۔ انڈا
نہ کھائے۔ مچھلی نہ کھائے۔ گڑ۔ یا دودھ۔ دہی نہ کھائے

میت میں نہ جائے۔ چھٹی میں نہ جائے۔ اِس کے سوا اور
بیسیوں خرافات ہیں۔ یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ خدا کو زندگی
دینی ہوگی تو ہر طرح جیے گا۔ اور جو اُسی کو منظور نہیں
تو اِن واہی تباہی باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ پھر جس کے
سرے ہی سے اولاد نہیں ہوتی اُس کے لیے کہیں پریوں کی
چوکیاں بھرتی ہیں۔ کہیں بیٹھکیں دیتی ہیں۔ جن کے سر پر
پریاں آتی ہیں اُن کے آگے تمام تمام رات ڈومنیاں
گاتی ہیں اور وہ خود سر ہلاتی جاتی ہیں اور جو جی میں آتا ہے
سو مانگتی ہیں۔ پریوں کا یہانتک ادب ہے کہ اُن کا نام
نہیں لیتیں۔ جب کہتی ہیں او پروالیاں کہتی ہیں۔ کوئی
ان سے پوچھے پریاں کون بلا ہیں جو اولاد دیں گی؟ اولاد
کا دینا نہ دینا مالک کے اختیار ہے۔ جسے چاہے دے
جسے چاہے نہ دے۔ اسکے سوا اڑے بھڑے وقت میں
خدا کو چھوڑ کر کوئی اللہ بخش کو مانتی ہے۔ کوئی شیخ سدّو
کا بکرا دیتی ہے۔ کوئی سید احمد کبیر کی گائے چڑھاتی ہے
کہیں بالے میاں پجتے ہیں۔ کہیں ننھے میاں مانے

جاتے ہیں۔ کہیں دریاخان کا عمل دخل ہے۔ غرض
اسیطرح جیسے دیکھو ایک نہ ایک بلا میں پھنسی ہوئی ہے
خیر یہ باتیں تو ایسی ہیں کہ اب اب کرکے شہر میں سے
بہت جاتی رہی ہیں۔ اور جو ہیں تو جاہل اور ان پڑھ
لوگوں ہی میں ہیں جن کے ہاں کے مرد عورت علم سے
بالکل کورے ہیں۔ اور یہ عیب بھی ایسے ہیں کہ آدمی
کچھ بھی سمجھ رکھتا ہو تو سمجھانے سے سمجھ سکتا ہے
پر بیٹیا! ان کے سوا اور بہت سی گیتی بیماریاں
ایسی ہیں جنہیں آدمی کچھ چیز نہیں سمجھتا اور وہ اسکا
کام تمام کیے جاتی ہیں۔ ان بیماریوں کا سمجھنا اور انکا
علاج کرنا اُسی شخص کا کام ہے جسکی آنکھ پر علم کی
خوردبین لگی ہوئی ہے۔ اس وقت جتنی یہاں بیٹھی ہیں
خواہ اس میں میں ہوں۔ خواہ تم ہو۔ خواہ اور کوئی ہو
وہ آزار سب کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ پر یہ کسیکو
گوارا نہیں کہ ہماری بیماریاں کسی پر ظاہر ہو جائیں۔
اس وقت اگر کسی کے سامنے کہدو کہ تمہیں یہ بیماری ہے

تو وہ فوراً بُرا مان جائے ۔ اسی لیے تو وہ بیماریاں مشکل سے جاتی ہیں۔ جیسے لکڑی کو گھن لگجاتا ہے اسیطرح اندر ہی اندر وہ آدمی کا کام تمام کردیتی ہیں۔ یہ جو ظاہر کی بیماریاں ہیں اِن میں تو جان کا ڈر ہے اور اُن میں ایمان کا خوف ہے۔ میں نے کہا اچھی اماں جان! وہ کیا بیماریاں ہیں؟ کہا۔ بیٹا! وہ یہ بیماریاں ہیں کہ اِنسان اپنے تئیں سب سے اچھا جانے اور اپنے سامنے کسیکو کچھ نہ سمجھے۔ کسیکو اچھے حال میں دیکھے تو جلجائے۔ دِل میں کپٹ[۱] رکھے اور ظاہر میں دوست بنا رہے۔ لوگوں کو پیٹھ پیچھے بُرا کہے اور سامنے خوشامد کرے۔ جس سے ملے اپنی غرض کے لیے ملے۔ اپنے فائدے کے لیے دوسرے کے نقصان کا روادار ہو۔ نیک کام لوگوں کے دِکھا نیکو کرے۔ کسی پر ذرا سا احسان کرے تو ایک ایک سے جتاتا پھرے۔ اوروں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیب نِکالے

---

[۱] کینہ ۔ بُغض ۔

اور اپنے عیبوں سے آنکھیں بند کرلے۔ کسی میں
ایک عیب دیکھے تو اُسکی ساری خوبیوں پر
پانی پھیر دے۔ اِسیطرح لالچ۔ ہوکا[۵۱]۔ لُترا پن[۵۲]
جھوٹ۔ مکر۔ دغا۔ یہ سب بیماریاں ہیں۔ خدا دشمن
سے دشمن کو یہ آزار نہ لگائے۔ چوری۔ جُوا۔ بدکاری
یہ عیب بلا سے ایسے تو ہیں کہ اِن کا کرنے والا اِن کو
عیب تو جانتا ہے۔ اور یہ عیب جو میں نے بتائے
اِن کا تو حال ہی نہیں کھلتا۔ غرور کرنے والا کبھی اپنے
آپ کو مغرور نہیں جانتا۔ غیبت کرنے والا کبھی
کسیکی بُرائی کرنے سے شرمندہ نہیں ہوتا۔ فریبی
ہمیشہ فریب دینے کو ہنر جانتا ہے۔ میں نے کہا امّاں جان
پھر یہ عیب آدمی سے کیونکر چھوٹیں؟ کہا۔ بیٹیا! اِن کا
علاج اُسی سے ہوسکتا ہے جو علم رکھتا ہے۔ اور
ہر وقت اخلاق کی کتابیں دیکھتا رہتا ہے۔ اور ہر ایک
عیب کو اِس طرح جانتا ہے جیسے طبیب ہر ایک

---

۵۱ کھانیکا حریص ہونا ۵۲ چغلی کھانا۔ پیٹھ پیچھے بُرا کہنا۔

بیماری کی جڑ کو پہچانتا ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری بادشاہزادی **ملکہ وکٹوریا** ایسی رحمدل اور خلق والی ہیں کہ ایسا ہونا مشکل ہے ۔ غرور اور گھمنڈ کبھی اُن کے پاس ہوکر نہیں گذرا ۔ سُنا ہے کہ ایکدن کہیں گاڑی میں بیٹھی ہوئی سڑک پر چلی جاتی تھیں اور آبادی وہاں سے بہت دُور تھی ۔ ایک بوڑھا آدمی گھاس کا گٹھا سر پر رکھے چلا جاتا تھا ۔ ملکہ نے اُسکا گٹھا گاڑی میں رکھوالیا ۔ اور اُس کو گاڑی کے پیچھے بٹھالیا ۔ جب وہ جگہ آگئی جہاں اُس کو پہنچنا تھا تو ملکہ نے فرمایا جاؤ تمہاری جگہ آگئی ۔ وہ اُترکر آداب بجا لایا اور عرض کیا کہ آج میری ماں جیتی ہوتی تو وہ بھی میرے ساتھ اِس سے زیادہ نہ کرتی جو حضور نے کیا ۔ اسیطرح ایک دِن رستہ میں کچھ ہجوم سا تھا ۔ ملکہ کی گاڑی جو اُدھر کو آئی نوکر چاکر لوگوں کو ہٹانے لگے ۔ ملکہ نے دیکھا کہ انبوہ بہت ہے فوراً گاڑی سے اُتر لیں اور جب تک اُس ہجوم سے نہ نکل لیں سوار نہ ہوئیں ۔ اِسیطرح ایک دِن

ایک شہزادہ کھیلتا کھیلتا دریا کی طرف جا نکلا۔ وہاں
کسی غریب کا لڑکا مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ شہزادہ نے
اُس سے مچھلیاں مانگیں۔ اُس نے ایک مچھلی تو دے دی
پھر جو مانگی نہ دی۔ شہزادہ نے کچھ سختی کی۔ وہ ان سے
عمر میں بڑا تھا اُس نے انہیں خوب مارا۔ کسیطرح یہ
خبر ملکہ کے حضور میں بھی پہنچ گئی۔ ملکہ نے اُس لڑکے کو
بلا کر بہت آفریں کی اور کہا۔ شاباش! تم بڑے غیرت دار
اور بہادر ہو کہ بادشاہ کی اولاد سے بھی نہ ڈرے۔ پھر اُسکو
شہزادوں کے ساتھ تعلیم و تربیت کرایا اور تجارت
کے لیے روپیہ دیا۔ اُسی مُلک میں ایک جزیرہ ہے
وہاں اُس کے برابر کوئی سوداگر نہیں۔

دیکھو علم والوں کا ایسا خُلق ہوتا ہے۔ آج ایک
ادنیٰ ماماں کا ایک روپیہ سے دو روپیہ مہینہ ہو جاتا ہے
تو سیدھے موُنھ سے بات نہیں کرتی اور جو وہ ولایت کی
وارث ہے اُس کا یہ حال ہے۔ یہ سارا علم کا ظہور ہے۔

غرض امّاں جان یہی باتیں کر رہی تھیں کہ اِس میں

مغلانی جی بھی چلی آئیں۔ اُس روز دِن کو یہ ہوا تھا کہ ہمارے کُنبے کی دو ایک لڑکیاں آگئی تھیں۔ میں جو اُنسے باتوں میں لگی مغلانی پاس جانا بھول گئی۔ جب یاد آیا تو اُس وقت دس بج چکے تھے وہ میرے لکھنے کا وقت تھا اِس لیے نہ گئی۔ اب جو میں نے مغلانی کی صورت دیکھی دِل میں سمجھی کہ یہ ضرور اِس وقت تیری فریاد کریں گی۔ امّاں جان کے ڈر سے کچھ بہانا کر کے ٹل گئی۔ میرے پیچھے مغلانی نے خوب کان بھرے[1]۔ امّاںجان اُس وقت تو سُنکر چپکی ہو رہیں۔ دوسرے دن جب وہی وقت آیا تو مجھے خوب آڑے ہاتھوں لیا[2]۔ پہلے تو خفا ہوئیں پھر رسان میں سمجھانے لگیں۔ بٹیا! عِلم بادشاہ ہے اور ہُنر اُس کا وزیر ہے۔ جیسے بادشاہ بغیر وزیر کے نِکمّا ہوتا ہے اسیطرح عِلم بغیر ہُنر کے دُنیا میں کچھ کام نہیں آتا۔ عورتوں کو جو عِلم پڑھاتے ہیں اسلیے پڑھاتے ہیں کہ بُری عادتیں چھوڑ دیں۔ اچھی عادتیں اختیار کریں۔ خدا رسول کو پہچانیں۔ گھر کا

[1] شکایت کی۔ [2] دھمکایا۔ شرمندہ کیا۔

بندوبست اچھی طرح کریں۔ اولاد کی تربیت کرنی سیکھیں۔ خاوند کا دل ہاتھ میں رکھیں۔ عورتوں کا علم اڑے وقت[۹۱] میں کبھی کام نہیں آتا۔ وہاں آتا ہے تو اپنے ہاتھ کا ہنر ہی کام آتا ہے۔ کیا تم اس بات پر بھولی[۹۲] ہو کہ باپ کے گھر میں خدا کا دیا سب کچھ موجود ہے۔ واری! ایسا خیال ہرگز نہ کرنا۔ بس خدا بُری گھڑی ہی نہ لائے نہیں تو ایک دم میں کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ ہماری تو کیا بساط ہے؟ جب بُرا وقت آتا ہے تو ملک کے وارث[۹۳] ایک ایک روٹی کو محتاج ہو جاتے ہیں۔ خیر نادر گردی[۹۴] اور شاہ گردی کو تو ایک زمانہ[۹۵] گذرا آسے جانے دو۔ یہ تو کل کی بات ہے کہ جب غلام قادر نے شاہ عالم کی آنکھیں نکالیں تو قلعہ اور شہر پر کیسی کیسی مصیبتیں پڑیں جن امیرزادیوں کے سامنے دس دس نوکریں کام کرنیکو ہر وقت موجود رہتی تھیں وہ آپ بُرقع اوڑھے گلی گلی

---

۹۱ مصیبت کے وقت ۹۲ نازاں ۹۳ بادشاہ ۹۴ نادر شاہ کے وقت کا انقلاب ۹۵ بہت عرصہ

ماماں گیری کی نوکریاں ڈھونڈھتی پھرتی تھیں اور کوئی نہ پوچھتا تھا۔ اور جو ٹکے کی مزدوری کرکے کھاتی تھیں انکو خدا نے اُس وقت بھی سب کچھ دے رکھا تھا۔ اور بنّو! یہ بڑی بیوقوفی کی بات ہے کہ مردوں کی کمائی کے بھروسے پر آپ ہنر پیشہ کچھ نہ سیکھیں۔ انگریزوں سے زیادہ تو بیویوں کی خاطرداری جہان میں کوئی نہ کرتا ہوگا اور اُنکے مردوں کو آج خدا نے دے بھی سب کچھ رکھا ہے۔ لیکن سُنا جاتا ہے کہ اُن کے ہاں ہنر سے خالی کوئی عورت نہیں ہوتی۔ ایسے ایسے کام کرتی ہیں کہ کیا کوئی مرد کریگا۔ اور تو اور[۱] ہماری شاہزادی ملکہ وکٹوریا کو جہان اور بیسیوں ہنر آتے ہیں ایک تصویر ایسی کھینچتی ہیں کہ کوئی اور کھینچتا ہوگا تو اتنی ہی کھینچتا ہوگا۔ بھلا جب ملک کی مالک کا یہ حال ہو تو ہم کس گنتی میں ہیں۔ سنو! میں جو تم سے ہر بات پر اتنی مغز زنی کرتی ہوں کچھ اپنے لیے نہیں کرتی تمھارے ہی فائدے کے لیے کہتی ہوں۔ ابتو کیا مگر بڑی

[۱] غریب لوگ تو ایک طرف رہے۔

ہو کر اِن باتوں کی قدر جانو گی - اِس وقت تو ہماری خفگی تم کو بیشک بُری معلوم ہوتی ہو گی لیکن اب کوئی دِن جاتا ہے کہ اِس خفگی کو یاد کرو گی - ہاں میں ہاں مِلانے والے تو بیسیوں مِل جائیں گے پر خفا ہونیوالا ہمارے بعد کوئی نہیں مِلنے کا - غرض بارہ بجے تک اِسیطرح کی نصیحتیں کرتی رہیں - پھر سب اُٹھ کر اپنے اپنے بچھونوں میں جا سوئے ❊

چوتھی مجلس

زبیدہ خاتون کا باقی بیان

جب مجھے سینا پرونا۔ پکانا ریندھنا اچھی طرح آگیا اور اماں جان نے یہ جان لیا کہ اب یہ کسی کام میں رکنے والی نہیں۔ ایک ایک کھانا بیس بیس پچیس پچیس بار مجھ سے پکوا کر دیکھ چکیں۔ سینے پرونے کے کام میں ٹیپچی۔ بخیہ۔ تُرپنا۔ چھانٹنا۔ قطع کرنا۔ سب باتوں میں میری طرف سے خاطر جمع کر چکیں۔ آگے چل کر جالی۔ کشیدہ اور گوٹے ٹھپے کے کام بھی مجھ سے بار بار سے چکیں تو ایک دن اُسی معمولی وقت پر مجھے بلا کر پہلے تو کچھ اور باتیں کرتی رہیں پھر فرمانے لگیں سنو اماں[۱]! آدمی جو ہنر سیکھتا ہے یا تو خوشی سے سیکھتا ہے یا لاچاری سے۔ اور جو کام کرتا ہے یا تو اپنے شوق سے کرتا ہے

---

[۱] محبت سے بیٹی کی جگہ اماں کہا ہے۔

یا کسی کے دباؤ سے - مگر اتنا فرق ہے کہ جو بات دل کی
اُمنگ سے ہوتی ہے اُس سے کبھی جی نہیں گھبراتا اور
دِل لگتا ہے - اور جو کام ایکبارگی سر پر آپڑتا ہے وہ بہت
دُوبھر[۱] معلوم ہوا کرتا ہے - آج تم کو ماں باپ کے گھر میں
خدا نے نوکر چاکر سب کچھ دے رکھے ہیں جو تم چاہو تو ہِلکر
اپنے ہاتھ سے پانی نہ پیو - تمہارے زبان کے ہلانے میں
خدا کے فضل سے سب کام ہو سکتے ہیں - جو چاہو کھاؤ -
جو چاہو پہنو - اپنی نیند سوؤ - اپنی نیند اُٹھو - کوئی تمہارا
مزاحم نہیں - پر واری! سدا ماں باپ کے گھر رہنا نہیں
اب کوئی دن میں تم کہیں ہوں گی ہم کہیں ہوں گے - اول تو
ہماری زندگی ہی کے دن کی ہے - آج مُوئے کل دُوسرا دِن
اور جب تم بیاہی گئیں پھر ہم جیتے بھی رہے تو تمہارے
کِس کام کے؟ اور یہ کسے خبر ہے کہ تم غریب گھر جاؤ یا
امیر گھر - اور جو امیر گھر بھی ملا تو وہاں اِس طرح بے فکری سے
ایک گھڑی بھر نہیں بیٹھ سکتیں - اگر ساس نندیں موجود

۱؎ مُشکل -

ہیں تو کے دن کے لیے - نند آخر کسی نہ کسی دن بیاہی جائیگی پھر وہ کہاں اور تم کہاں ۔ رہی ساس - سو اول تو آجتک کہیں ساس بہو کی ایک جگہ نبھی نہیں[۹۱] اور جو نبھی بھی تو کب تک ؟ ماں باپ اور ساس سسرے کسی کے سدا جئے ہیں نہ جئیں - رہا خاوند - سو وہ مرد ذات ہے اُس کو گھر کے دھندوں سے مطلب کیا ؟ غرض ہر پھر کر ایک دن سارا بوجھ تمہیں کو اُٹھانا پڑے گا - لڑکی پھوہڑ[۹۲] ہو یا سگھڑ[۹۳] ماں باپ کے ہاں تو سب نبھ جاتی ہے - پر خدا نہ کرے جو کسیکی بیٹی سسرال میں جاکر پھوہڑ کہلائے - اگر ساس نندیں صاحبِ سلیقہ ہوئیں تو اُس کی بات بات پر ہنسیں گی - اسکے ہر ایک کام پر ٹھٹھے ماریں گی - اُس کے میکے کو نام دھرینگی[۹۴] اور جو اپنے بَیر کے رشتہ[۹۵] پر آگئیں تو خاوند کے آگے بُرائیاں کر کر کے اُس کے دِل سے گِرا دیں گی - اور جو وہ بھی اِسی کیطرح احمق اور بیوقوف ہوئیں تو چار دِن میں لاکھ کا گھر خاک ہو جائیگا -

---

۹۱ موافقت نہیں ہوئی ۹۲ بے سلیقہ ۹۳ سلیقہ والی -

۹۴ عیب نِکالیں گی ۹۵ دشمنی -

اِس کہنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ اب تم خدا کے فضل سے ہشیار ہوئیں۔ جسوقت لکھنے پڑھنے سے فراغت ہوا کرے گھر کا انتظام کیا کرو۔ اب مغلانی پاس گھنٹہ گھنٹہ بھر بیٹھنا اور باورچیخانہ کا سارا کام اپنے ہاتھ سے کرنا کچھ ضرور نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اب سینے پرونے یا پکانے ریندھنے کا کیسا ہی مشکل کام ہو تمہارے آگے رُکا نہیں رہنے کا۔ باہر کے خرچ کی تو مردوں کو خبر ہوگی مگر دو سو روپیہ مہینا جو گھر میں اُٹھتا ہے اِس کا حساب روزمرہ لکھ لیا کرو۔ اسمیں کچھ زیادہ بکھیڑا نہیں ہے کیونکہ میں نے اُدھار[۵۱] کا کام ہی نہیں رکھا۔ ناک پر ٹکا رکھدیا[۵۲] اور چیز منگالی۔ میرے نزدیک پیسا ہوتے سانتے[۵۳] اُچاپت[۵۴] میں سودا منگانا بڑی بیوقوفی کی بات ہے۔ آگے بازار کا قرض کرنا تمہارے ابا کی بھی چڑ ہے اور جب مہینا تمام ہوا کرے تو سارے مہینے کا حساب صاف کر کے مجھے سُنا دیا کرو۔ دیکھنا یہاں نوکروں میں سے تو

---

[۵۱] قرض چیزیں خریدنا [۵۲] نقد دام دیدیے [۵۳] جب موجود ہو

[۵۴] قرض۔ اُدھار۔

کوئی نہیں بیٹھی؟ میں نے کہا۔ نہیں کوئی نہیں۔ آپ فرمایئے۔ کہا یہ جو روز بازار سے سودا آتا ہے اِسمیں یہ نامرادیں بڑی کتر بیونت کرتی ہیں۔ دستوری بٹّے کے سوا روپیہ پیچھے چار آنے تو ان کے باپ دادا کے ہیں۔ جب تک میرے ہاتھ پاؤں چلتے رہے اور دل ٹھکانے رہا میں نے اُن کا داؤں نہیں چلنے دیا۔ اب برس برس دن سے میں تو بالکل اپاہج ہوگئی ہوں۔ چلا پھرا مجھ سے نہیں جاتا۔ یاد مجھے کچھ نہیں رہتا۔ کہتی کچھ ہوں نکلتا کچھ ہے۔ کِل کِل جھک جھک[۱] سے میرا آپ جی گھبراتا ہے جو اِن کا جی چاہتا ہے سو کرتی ہیں۔ ایک روپیہ میں آٹھ آنے کھا گئیں تو کوئی پوچھنے والا نہیں اور جو روپیہ کا روپیہ ہی رَخلے[۲] میں ڈال دیا تو کوئی حساب لینے والا نہیں۔ بٹیا! اب اِن کا بندوبست تم کو کرنا چاہیئے۔ اِن کا علاج یہی ہے کہ سقنی۔ حلال خوری۔ کنجڑن۔ پِسنہاری۔ مالن دائی اور اور باہر کی پھرنے والیاں جو گھر میں آتی جاتی

[۱] تکرار۔ جھگڑا [۲] بھول چوک۔

ہیں ان کو ہر ایک چیز کا بھاؤ تاؤ خوب معلوم ہوتا ہے۔
کبھی کبھی ان سے بازار کا نرخ پوچھتی رہا کرو۔ جس
چیز میں کچھ فرق دیکھا وہی لانے والے کے سر سے مارا
اور سودا منگانے کا یہ دستور رکھو کہ سوکھی جنس جس کے
بگڑ جانے کا ڈر نہیں جیسے نمک۔ تیل۔ گھی۔ مصالح۔ گڑ۔
شکر۔ کھانڈ۔ چھالیا۔ زردہ۔ الائچی۔ کتھا۔ چونا وغیرہ انمیں
جو جو چیز اپنی اپنی فصل میں سستی آتی ہے وہ تو فصل کی
فصل اور باقی مہینے کے مہینے منگالیا کرو۔ رہی ترترکاری
گوشت۔ دہی۔ دودھ وغیرہ یہ روز کے روز منگالیا۔
پر ہمیشہ ایک ہی آدمی کے ہاتھ چیز منگانی اچھی نہیں۔ خدا
کے فضل سے گھر میں کئی عورتیں نوکر ہیں۔ آگے[۱] دو آدمی
ڈیوڑھی پر رہتے ہیں۔ کبھی اس سے منگالیا کبھی اس سے
منگالیا۔ اس میں ذرا لانے والے کو خوف رہتا ہے۔ رہا
اناج۔ سو تم کو منگانا ہی نہیں پڑنے کا۔ فصل کے سر سے
پر خدا کے دیے گیہوں۔ چنے۔ باجرہ۔ جوار۔ مسور۔ مکئی

ل[۱] اس کے علاوہ۔

سال بھر کے خرچ کے موافق آہی جاتے ہیں۔ اس کے سوا روز صبح شام کو بھنڈار[۱] میں آپ جاکر آٹا۔ دال۔ گھی چانول۔ کھانڈ۔ جتنا خرچ دیکھو اپنے سامنے تلوا کر دیا کرو گھر میں جو خرچ روزمرہ اُٹھتا ہے اُس کا تو ایک اندازہ باندھ لو۔ روز اُس کے موافق دیدیا کرو۔ اور جو کسی دن کوئی نئی چیز پکی یا کسی کے ہاں دعوت بھیجنی ہوئی یا کوئی مہمان آگیا تو اُسی قدر جنس بڑھا دی اور کبھی کبھی تھوڑی دیر کو آپ بھی باورچیخانہ میں جاکر بیٹھا کرو۔ اور کچھ نہیں نمک ہی چکھ لیا۔ ترکاری ہی چھیل لی۔ مصالح ہی بھون لیا اِس میں کئی فائدے ہیں۔ پکانے والی کو خوف رہے گا۔ بے پروائی سے کام نہیں کرنی۔ کھانا اچھا پکے گا۔ اور تم کو بھی یہ عادت پڑی رہے گی۔ اِسکے سوا پسائی کے لئے روز دَھون دس سیر گیہوں چھڑوا پھٹکوا کر علیحدہ مٹکوں میں بھروا دیا کرو۔ جب پسنہاری آئے اناج تول کر تو اُسے دیدیا اور آٹا تول کر اُس سے آپ لے لیا۔ اور

[۱] جس مکان میں کھانے کی جنس رکھی جائے۔

اُس کی پسائی روز کی روز حساب کر کے دے دی اور
گھوڑے بیلوں کے لیے دانہ اپنے سامنے تُلوا کر باہر بھیجدیا کرو
جب کھانا پک کر تیار ہوجایا کرے اور تمہارے ابّا
دیوان خانہ سے گھر میں آجایا کریں تو چُولھے پر بیٹھکر اپنے
سامنے کھانا نِکلوایا کرو۔ پہلے جو باہر کوئی مہمان ہو اُسکے
لیے خاصگی[1] کھانے میں سے کھانا بھیجدیا کرو۔ پھر اپنے
ابّا کے لیے روٹیوں کا دسترخوان اور دال سالن کی
رکابیاں سینی میں لگاکر آپ لوالایا کرو۔ پہلے اپنے ہاتھ
سے دسترخوان چُنا پھر چلمچی آفتابہ لے کر اُن کے ہاتھ
دُھلوائے۔ جب وہ کھانے پر بیٹھ گئے یہاں تو ماماں کو پانی
پلانے پر چھوڑا اور آپ باورچیخانہ میں چلی گئیں۔ اگر
کوئی چھپنے والی گھر میں مہمان ہوئی تو اُس کے اور اپنی اُستانی جی
کے لیے کھانا لے کر دوسرے مکان میں چلی گئیں اور سب نے
ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالیا۔ اور جو کوئی مہمان نہ ہوئی تو
پہلے آپ اُستانی جی کے ساتھ بیٹھ کر کھایا۔ پھر لَصرفی[2]

[1] گھر کے عزیز آدمیوں کا کھانا [2] معمولی کھانا۔

کھانے میں سے باہر کے نوکروں کو باہر بھیجدیا۔ اندر کی نوکروں کو اندر دیدیا۔ آٹا اِتنا پکوایا کرو کہ سقّے حلال خوری کو دیکر ایک آدمی کی خوراک بچ رہا کرے۔ اکثر مہمانوں کے ساتھ بال بچّے ہوتے ہیں خدا جانے کس وقت کھانا مانگ بیٹھیں۔ اور تھوڑا بہت گوشت کسا ہوا ہر وقت تیار رکھا کرو شاید وقت بیوقت کوئی مہمان آجائے تو روٹی ہی کی فکر کرنی پڑے۔ جب سب کھانا کھا چکے پاندان کھولکر گلوریاں بنائیں۔ جو باہر بھیجنی ہوئیں خاصدان میں رکھکر باہر بھیجدیں۔ جن جن کو گھر میں دینی ہوئیں گھر میں دیدیں دال سالن کی رکابی جہاں کہیں بھیجا کرو اُس پر سرپوش ضرور ڈھک دیا کرو اور کھانا سینی میں لگا کر بھیجا کرو۔ دسترخوان ہمیشہ اُجلا اور باسن قلعی دار رہیں۔ پان کی گلوریاں جو باہر بھیجو سادی بنا کر بھیجا کرو اور زردہ خاصدان میں جُدا رکھدیا کرو۔ پان میں چُونہ اندازہ سے کم لگایا کرو۔ جب یہ ہوچکا اب ماماں سے کہہ کر سارے برتن منجھوائے اور گِن کر کوٹھری میں رکھوا دیے۔ برتن آٹھویں دن نہیں تو

پندرھویں دن ضرور قلعی کروالیا کرو۔ پتیلیوں پر دوسرے
تیسرے دن تلا چڑھوادیا کرو۔ دسویں پندرھویں چوھے
لیوالیے۔ چھٹے چھماہے[1] مصالح پیسنے کی سل چکّی رہنے
رہوالی۔ اور سب سے زیادہ پانی کا خیال رکھنا چاہیئے۔
پانی کے مٹکے اور ٹھلیاں کھلی نہ پڑی رہیں۔ ڈھکنے اور
پانی نکالنے کے ڈونگے اُن پر ہر وقت موجود رہیں۔ پانی
پینے کا ہو یا برتنے کا ایسی جگہ رکھنا چاہیئے جہاں دھوپ
نہ آتی ہو۔ باسی پانی کی ٹھلیاں جدا اور تازہ کی جدا رہیں
سقّے کو یہ تاکید رہے کہ کبھی باسی میں تازہ اور تازہ میں
باسی پانی نہ ملنے پائے۔ اِسی پانی کے ہیر پھیر سے بیسیوں
بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ تیل کا ایک اندازہ باندھ لو کہ گھر
میں اتنا جلتا ہے اور ڈیوڑھی اور دیوانخانہ میں اتنا جلتا ہے
اور یہ دیکھ لو کہ اِسمیں کوئی چراغ بیجا تو نہیں جلتا۔ اور کہاں
کہاں کب تک جلتا ہے؟ جب یہ معلوم ہوگیا۔ اب روز
شام کو اُٹھیں اور اُسی حساب سے تول کر نوکر کے حوالہ کیا

[1] چھٹے مہینے۔

دھوبن کو کپڑے جب دو ۔ گن کر دو ۔ اور اُس سے جب لو گن کر لو اور جو یاد نہ رہ سکے تو لکھ لیا کرد ۔ جب میلے کپڑے اُترا کریں تو مردانے الگ اور زنانے الگ بندھوا کر رکھوا دیا کرو ۔ دھوبن آئی لے گئی اور ایک ایک کپڑا اُسے دکھا دیا کرو ۔ ایسا نہو کہ وہ کوئی کپڑا پھاڑ لائے اور کہے میرے ہاں پھٹا ہی گیا تھا ۔ برس دنمیں دو چار بار کپڑونکو دھوپ بھی دے لیا کرو اور جسمیں[1] پشمینہ اور ریشمی کپڑے کا اور بھی زیادہ خیال رکھنا چاہیئے ۔ جب جاڑا آنے کو ہو تو جڑاول نکال کر دیکھو کہ کون کونسا کپڑا اچھا پُرانا ہے اور کون کونسا پہننے اوڑھنے کے قابل ہے ؟ جو کپڑا ایسا دیکھو کہ نئی روئی ڈلوانے سے یا اُدھڑ واکر رنگوانے سے یا گوٹ سنجاف ۔ استر ۔ ابرہ بدلنے سے خاصا ہو جائیگا اُس کو دُرست کرا لو ۔ اور جو کہیں سے نہ گیا ہو اُسے ویسا ہی رہنے دو ۔ اور جو زیادہ پھٹا پُرانا ہو اُسے کسی ماماں اصیل نوکر چاکر کے دینے کو الگ نکال رکھو ۔ اور جس قدر نیا کپڑا بنوانیکی ضرورت دیکھو اُس کو ایک فرد پر لکھ لو تاکہ بار بار بازار سے

[1] خاص کر ۔

منگانا نہ پڑے - جو پرانی روئی نکلے اُس کے دو لڑے یا شطرنجیاں بنوالیں یا نئی روئی سے بدلوالیا اور نئی روئی کی جتنی ضرورت ہوئی مول منگالی - کمہاری سے پانچ چار انگیٹھیاں منگالیں - ماماں پر ہمیشہ تاکید رکھی کہ جس قدر باورچیخانہ میں لکڑیاں جلا کریں اُن کے کوئیلے روز بجھا لیا کرے اور باورچیخانہ پر جو دو چٹی ہے اُسمیں ڈال دیا کرے - اگر ایسا ہوتا رہے گا تو جاڑہ میں انگیٹھیوں کے لیے بازار سے کوئیلے مول منگانے نہیں پڑنے گے - اسیطرح گرمیونکی آمد میں مکان پر سفیدی کرانی - چھتوں میں پنکھے لگوانے چمن کی درستی کرانی - پانی کے مٹکے بدلنے - گرمی کے کپڑے کی فکر کرنی اور برسات سے پہلے مکان کی مرمت کرانی - کچی چھتوں پر مٹی ڈلوانی - پکی چھتوں کی درزبندی کرانی - بدررو کُھلوانی - پرنالے صاف کرانے - یہ سب باتیں یاد رکھنے کی ہیں - مکان جہاں تک ہو اُجلا اور صاف رہے - چلمچی کا پانی دونو وقت پھکوا دیا جاسے - وضو کے لوٹے نماز کی چوکی پر سے نہ جانے پائیں - مکان کا

فرش میلا ہو جایا کرے تو فوراً بدلوا دینا چاہیئے - روز
صبح اُٹھ کر ماماں سے اندر کے فرش پر اور حلال خوری سے
سارے گھر میں اپنے سامنے جھاڑو دلوایا کرو - تخت - چوکی
پیڑھا - گھڑونچی - پلنگ کے پائے - پٹی - سیروا - جو چیز
ٹوٹ گئی تُرت بھیج کر دُرست کرا منگائی - برسات کے سوا
اور سب دنوں میں آٹھویں دسویں پلنگوں کی ادوائنیں ۱؎
کھچوادیں - ماماں پر تاکید رکھو کہ چولھوں کی راکھ روز نکال کر
ایک جگہ اکٹھی کر دیا کرے اور حلال خوری سے کہدو کہ
ہمیشہ ٹوکرے میں بھر کر کوڑے کے ساتھ اُٹھا لیجایا کرے
چھالیا جتنی روز اُٹھتی ہے رات کو بیٹھکر کچھ آپ کتر لی
کچھ اناسے کتروالی - یہ نہ ہو کہ وقت پر چھالیا کترنی پڑے -
بعض دفعہ پچاس پچاس گلوریوں کی مانگ باہر سے آجاتی ہے
اُس وقت اگر چھالیا کتری ہوئی نہیں ہوتی تو بڑی دقت
پڑتی ہے - پاندان کو روز صبح اُٹھتے ہی ماماں سے صاف
کرانا چاہیئے - بعض پھوہڑیں پاندان کو ایسا رکھتی ہیں کہ

۱؎ پائنتیاں -

اُس کے دیکھنے سے گھن[1] آتی ہے - باغ میں سے جو روز
ڈالی آتی ہے اُس میں سے تھوڑی سی کنبے میں اور کچھ
ہمسائی کے ہاں بھیجدیا کرو - اور گاؤں گوین سے آم -
بھٹے - دودھ - رس - جو کچھ آیا کرے اُس کو بھی اسی طرح
بانٹ دیا کرو - جو اس میں سے کچھ بچ رہا تو جتنی ضرورت
ہوئی اُتنا گھر کے خرچ کو رکھ لیا - اور باقی نوکروں کو دے
دلا دیا - اپنے ہاں جو کوئی مہمان آئے اُس کی جہاں تک
ہو سکے خاطر داری کرنی چاہیئے - اُس کو کھانے - پینے
سونے - بیٹھنے - زردہ - پان کسیطرح کی تکلیف نہ ہونے
پائے - جس کے کوئی لڑکا بالا ساتھ ہوا اُس کو کبھی گود
میں لے لیا - کبھی بازار سے کچھ سودا منگا دیا - کھانے کیلئے
وقت بیوقت پوچھتی رہیں - جب کوئی نئی چیز پکا کرے تو
تھوڑی بہت ہمسائی کے ہاں بھی ضرور بھیجدیا کرو - فقیر
فقرا جو دروازہ پر مانگنے آتے ہیں اُنہیں کبھی خالی نہ جانے
دیا کرو - باہر کی عورتیں جو روز کی آنے والیاں ہیں - اُنکے

[1] نفرت -

سو جب کوئی نئی عورت گھر میں آیا کرے اُس سے ذرا
ہشیار رہا کرو۔ بے تکلف بات چیت کرنے نہ بیٹھ جایا کرو
ہر کسی سے جھٹ پٹ گھل مل جانا عیب میں داخل ہے۔
اسیطرح حق ناحق ایک ایک سے کانا پھوسی کرنی بھی
اچھی نہیں۔ اِس میں اَوروں کو طرح طرح کے شک
ہوا کرتے ہیں۔ ہاں جو کوئی ایسی ہی بات چھپا نیکے قابل
ہوئی تو مضائقہ نہیں۔ روز فرصت نہ ملے تو دوسرے تیسرے
دن ضرور سر میں آنولے یا کھلی ڈال کر نہانا چاہیئے۔ کپڑے
جہاں تک ہوں اُجلے رکھنے چاہئیں۔ غرض آٹھ سات
گھنٹے جو سونے کے ہیں اُن کے سوا ایک ساعت ایک
گھڑی بیکار نہ بیٹھو۔ اور ایک ایک لمحہ ایک ایک پَل کو
جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھو۔ بٹیا! تم اپنے جی میں کہتی تو ہوگی
کہ اماں نے مجھے کس تواٹی[1] میں ڈال دیا۔ ایک ہی بار پہاڑ کا
پہاڑ میرے سر پر رکھ دیا۔ نہ واری! ایسا خیال دِل میں
نہ لانا۔ کام کرنے کی قدر تم کو جب معلوم ہوگی جب زمانہ کی

---

[1] مصیبت۔

اُونچ نیچ سے خبردار ہوگی۔ سنو! آدمی کو چاہیئے کہ اوّل اپنے جی میں یہ سوچے کہ خداتعالیٰ نے مجھے کس کام کے لیے بنایا ہے؟ آخرت میں کون کونسی باتیں میرے کام آئیں گی؟ اور دُنیا میں میری عزت آبرو کیونکر بنی رہے گی؟ اور یہ جو بعضے آدمی کہتے ہیں کہ جسطرح ہو زندگی عیش اور آرام کے ساتھ بسر کیجے۔ سو اول تو یہ نرا خیال ہی خیال ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ راحت کے ڈھونڈنے والے ایسی چیز ڈھونڈتے ہیں جو دُنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئی۔ اور جو یہاں تھوڑی بہت آسائش ہے بھی تو کچھ مال و دولت پر یا جاہ و منصب پر یا ہنسنے بولنے پر یا اچھا کھانے اچھا پہننے پر موقوف نہیں۔ آدمی کیسا ہی محنت اور مشقّت کا کام کرے جہاں چند روز میں اُسکی عادت پڑی پھر اُس کی برابر کوئی کام آسان نہیں معلوم ہوتا۔ اور اُس کو محنت کا ایسا مزا پڑجاتا ہے کہ ایک دم بھر نکما بیٹھتا ہے تو اُس کا جی گھبرانے لگتا ہے۔ پنہاریاں جو برابر برابر بیٹھ کر چکّیاں پیستی ہیں۔ اور

پنھیاریاں جو پنگھٹ سے دو دو مٹکے سر پر رکھ کر لاتی ہیں اور چوڑی والیاں جو دن بھر بیٹھی دیدہ ریزی کرتی ہیں اور گھوسنیں جو دن بھر اُپلے تھاپتی ہیں۔ اور کسانوں کی عورتیں جو جیٹھ بیساکھ کی گرمی میں چار پانچ پہر ہل جوتنے اور اناج گاہنے میں کاٹ دیتی ہیں۔ اگر اُن کے دل کو دیکھو تو بڑی بڑی رانیوں اور بیگموں سے کہیں زیادہ خوش و خرم پاؤ۔ تمہارے ابا ذکر کرتے تھے کہ ایک لڑکا چودہ پندرہ برس کی عمر کا کسی قصور میں دس برس کو قید ہو گیا۔ جب قید بھگت چکا تو اُس کے چھوڑنے کے لیے حاکم کے سامنے لائے۔ اُس نے کہا۔ اگر سرکار میری خاوندی کرے تو پھر مجھے جیل خانہ ہی میں بھیج دے۔ جس طرح پہلے مجھ کو جیلخانہ میں جانے سے ڈر لگتا تھا اب وہاں سے نکلنا وبال معلوم ہوتا ہے اور اگر سرکار نہ بھیجے گی تو قید ہونے کے لیے پھر چوری کروں گا۔ حاکم نے اُسے نوکر رکھ کر جیلخانہ میں بھیج دیا۔ پھر ساری عمر اُس نے وہیں کاٹ دی اسی طرح وہ کہتے تھے کہ جب میں پنجاب کو گیا۔ اُن دنوں

میں گرمی بہت سخت پڑتی تھی - ایک دن چلتے چلتے راہ ہی میں
دوپہر ہوگئی - ایک درخت کے سایہ میں ٹھیر گیا - تھوڑی
سی دیر میں اُدھر سے ایک پینس آئی - آٹھ کہار - ایک
بہشتی - دو خدمتگار ساتھ - پینس کے دونو طرف خس کے
پردے چُھٹے ہوئے - بہشتی برابر پانی چھڑکتا چلا آتا ہے
سامنے کچھ اور درخت سایہ دار تھے وہاں آن کر ٹھیری - برابر
کنواں اور حلوائی کی دوکان تھی - کہاروں نے پینس کو تو
وہاں پٹکا[۱] اور آپ کوئیں پر جاکر مونھ ہاتھ دہویا اور حلوائی
کی دوکان سے پُوریاں لیکر دھوپ ہی میں کھانے بیٹھ گئے -
اور کھا پی کر ڈفلی بجائی اور گانا شروع کیا - اِدھر جو اُن کو
دیکھتا ہوں تو پینس میں پڑے ہائے وائے کے نعرے مار
رہے ہیں اور بار بار بہشتی سے پانی چھڑکواتے ہیں - میں نے
اُن کے خدمتگاروں سے پُوچھا کہ یہ کیا بیمار ہیں؟ اُنہوں نے
کہا - صاحب! بیمار تو کچھ نہیں گرمی کے مارے گھبرا رہے ہیں
میں نے اپنے دل میں کہا - سُبحان اللہ! کیا خدا کی شان ہے

---

[۱] - جلدی سے زمین پر رکھ دیا -

یہ قیامت کی دھوپ اور یہ تپتی زمین اور ننگے پاؤں اور پینس کا کندھے پر لانا اور خدا جانے آٹھ کوس سے لائے ہیں یا دس کوس سے - اِس پر کہاروں کا تو یہ حال ہے کہ مزے سے بیٹھے ڈفلی بجا رہے ہیں اور گا رہے ہیں - اُن کی صورت پر یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ کہیں سے چل کر آئے ہیں - اور ایک یہ شخص ہے کہ پینس میں بیٹھا ہوا ہے - ہاتھ نہیں ہلاتا پاؤں نہیں ہلاتا - اندر دھوپ کا کہیں نام نہیں - خس کے پردے لگے ہوئے ہیں - ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سوندھی سوندھی خوشبو آ رہی ہے - اِس پر یہ حال ہے کہ گرمی کے مارے مرا جاتا ہے - اُس دِن سے مجھے یقین ہو گیا کہ امیر سے لیکر غریب تک اور بادشاہ سے لیکر فقیر تک سب کا حال خوشی و رنج میں یکساں ہے بلکہ محنتی مزدوروں کا دِل امیروں سے بھی زیادہ خوش رہتا ہے - اور ہاں بہت دیر... کیوں جاتی ہو؟ یہ توکل کی بات ہے کہ تمہارے چچا جان جب کچہری میں سرشتہ دار تھے تو اُن کو کچہری کے کام کی ایسی عادت ہو گئی تھی کہ چھٹی والے دن سدا اُن کا جی

اُچاٹ رہتا۔ ایک دن میں نے کہا۔ بھیّا! یہ کیا بات ہے کہ چھٹّی کے دن تم کچھ سُست رہا کرتے ہو؟ اُنھوں نے کہا۔ صاحب! میں نہیں جانتا کام میں تو میرا جی خوش رہتا ہے اور جس دن کچھ کام نہیں ہوتا اُس دن شام پکڑنی دشوار ہو جاتی ہے۔ غرض بنّو! یہ سمجھ لو کہ چین اور آرام تو ایک ایسی چیز ہے کہ آدمی جو کام اختیار کرے گا اُسی میں اُس کا جی خوش رہنے لگے گا۔ اب رہی یہ بات کہ تم کو کونسا کام اختیار کرنا چاہیئے؟ سو بیوی! آخرت میں تو نیکی کے سوا اور کچھ کام نہیں آنیگا اور جس سے دنیا میں عزت و آبرو بنی رہے۔ ماں باپ اور ساس سُسرے خوش رہیں۔ خاوند تابعدار رہے نند بھاوج۔ دیورانی جٹھانی کی زبان بند رہے۔ کنبے میں واہ واہ ہو۔ ہمسائے دُعائیں دیں۔ نوکر چاکر خیر منائیں۔ وہ انہیں باتوں میں ہے۔ پڑھنا لکھنا سینا پرونا۔ سارا گھر کا کام کرنا۔ ہر ایک کے ساتھ جیسا چاہیئے ویسا برتاؤ برتنا۔ یہ اِسی وقت تمھیں مشکل معلوم ہوتا ہے۔ جہاں

مہینے دو مہینے تم اِن دھندوں میں رہیں پھر تم کو خالی بیٹھنا خود دوبھر ہو جائیگا۔ اگر تمہارے پاس کچھ کام نہ ہوگا اوروں کے کام بٹواتی پھرا کروگی۔ اور بٹیا! بڑا فایدہ اس میں یہ ہے کہ کامی آدمی ہزاروں بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور جس میں جوان عورت کے لیے تو نکمّا بیٹھنا ایسا ہے جیسا زہر۔ جب تک بہو بیٹی کے سر پر ماں باپ یا ساس سسرے موجود ہیں جب تک تو کچھ ایسا خوف نہیں گھر کے کاروبار کرے یا ہاتھ پر ہاتھ دھرے[۱] بیٹھی رہے لیکن جب خود مختار ہوئی اور کوئی بڑا بوڑھا سر پر نہ رہا۔ اب اگر بچپن سے کام کی عادت پڑی ہوئی ہے تو تو خیر ہے او نہیں تو وہی مثل ہوگی "میاں میرا گھر نہیں مجھے کسیکا ڈر نہیں" اور کچھ نہیں تو خالی بیٹھی کسیکے گلے شکوے ہی کرے گی۔ کسیکو نام ہی دھرے گی۔ آگے بچّے ننگے کھلے پھرتے ہیں تو کچھ پروا نہیں۔ نوکریں گھر لوٹے لیے جاتی ہیں تو کچھ خبر نہیں۔ چھت گیری پھٹ گئی تو بلا سے۔

[۱] نکمّی۔

چاندنی میلی ہوگئی تو پاپوش سے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ
جس گھر کی بیوی کو کام دھندے کا کچھ خیال نہیں ہوتا
اُس کے ہزار نوکریں ہوا کریں وہ اُس سے زیادہ کاہل
وجود ہو جاتی ہیں۔ اور جو دُور پار کوئی بُری صحبت مل گئی
تو رفتہ رفتہ خدا جانے دشمنوں کی نوبت کہاں پہنچے؟ پھر
باپ دادا اور ساس سُسروں کی عزت کا خدا ہی حافظ
ہے۔ بٹیا! عورت کو خدا نے اُلٹی سمجھ دی ہے اس کا
علاج یہی ہے کہ دن بھر گھر کے دھندوں میں پھنسی رہے
اتنی فرصت ہی نہ ملے کہ اپنے دل سے مشورہ لے۔ اور
جو عورت نکمّی بھی ہو اور صحبت بھی اچھی نہ ہو اُس کا تو کچھ
ٹھکانا ہی نہیں۔ اور جو اپنے کام دھندوں میں لگی
رہیگی اُس کو کیسی ہی بُری صحبت ہو کبھی نقصان نہیں
کرنے کی۔ اس کے سوا یہ کتنا بڑا فائدہ ہے کہ چلنے پھرنے
محنت کرنے سے کھایا پیا انگ لگتا ہے۔ ڈیل قابو میں
رہتا ہے۔ بیماری کم ہوتی ہے۔ رات کو نیند خوب آتی ہے
لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ نرم نرم

اطلس اور حریر کے بچھونوں میں سونا۔ اُس نے کہا۔
یہ بات میرے اختیار کی نہیں ہے۔ اگر میسر نہ ہوں تو
کیا کروں؟ لقمان نے کہا۔ اگر دن بھر محنت کرکے راتکو
زمین میں یا کھُرّی چارپائی پر بھی سوؤگے تو ویسا ہی
آرام پاؤگے جیسا اطلس اور حریر کے بچھونوں پائے۔

غرض کہاں تک بیان کروں عشا کی نماز پڑھ کر
انہوں نے مجھے سمجھانا شروع کیا تھا آدھی رات
گئے تک یہی باتیں کرتی رہیں۔ انہوں نے جو بات کہی
کچھ ایسے طور پر کہی کہ ترت[۱] میرے جی نے قبول کرلی۔
آخر اُسیوقت توشہ خانہ اور کوٹھیار اور تمام صندوقوں
اور خوانچوں کی کنجیاں مجھے سونپ دیں۔ اور فرمایا۔ لو بیٹا
آج جو کچھ میرا حق تھا وہ پورا کردیا۔ اگر میرے سر میں بوتا
ہوتا تو تم کو روز تاکید کرتی رہتی۔ ہر بات پر ٹوکتی
رہتی۔ جہاں تم سے بھول چوک ہوجاتی وہاں تم کو
خبردار کردیا کرتی۔ اب نہ میرا دِل ٹھکانے نہ میرے

---

[۱] فوراً۔

حواس درست۔ اب تم جاؤ اور تمہارا کام جانے۔ اگر ماں کا کہنا کروگی دل سے دعا نکلے گی۔ تمہاری عاقبت سنورے گی۔ زمانہ تعریف کرے گا۔ سینکڑوں آفتوں سے محفوظ رہوگی۔ باپ کی خفگی اٹھانے سے بچوگی۔ ایسا نہ کیا تو آج نہیں کل پچھتاؤگی۔ رہی میری آزردگی سو وہ کے دن کی ہے؟ میں پہلے ہی چلنے کو تیار بیٹھی ہوں یہ بیماری میری جان کے ساتھ جائے گی۔

امّاں جان کو عِرق النّسا کی بیماری تھی۔ پہلے تو اکثر مہینے میں ایک آدھ بار اس کا دورہ ہوا کرتا تھا۔ ایک دو دن کے بعد آرام ہو جاتا تھا۔ پر اب برس برس دن سے یہ دکھ اُن کی جان کو لگ گیا تھا۔ ہر وقت درد رہتا تھا۔ چلنے پھرنے سے عاجز ہوگئی تھیں۔

غرض میں یہ باتیں سن کر رونے لگی۔ اُن کا بھی جی بھر آیا پر دل کو تھامے رکھا۔ اور مجھے گلے لگا کر پیار کیا اور فرمایا۔ اچھی بیوی! رونے کی کیا بات ہے؟ جب بیماری بڑھ جاتی ہے اور روز کی تکلیفیں اٹھانے اُٹھانے

جی چھوٹ جاتا ہے تو بیمار کو موت ہی نظر آتی ہے اور
خدا کے کارخانہ میں کس کو دخل ہے، خدا چاہے تو ابھی
دم بھر میں اچھا کر دے۔ جو مردہ کو زندہ کر سکتا ہے
اس کو میری بیماری کھونی کیا مشکل ہے۔ یہ کہہ کر مجھے
پھر گلے لگایا اور فرمایا۔ لو اب اپنی پلنگڑی پر جا کر سو رہو
مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔ میں اُٹھی اور اپنی چارپائی
پر آنکے سو رہی۔ اگلے دن سے میں اُن کے کہنے
کے موافق سارا گھر کا کام کرنے لگی۔ جہاں پڑھنے لکھنے
سے فراغت پائی اور میں اپنے کام دھندے میں لگی۔
دو تین مہینے تو یہ حال رہا کہ رات کو جس وقت پلنگ پر
جا کر لیٹتی تو یہ معلوم ہوتا کہ بدن میں جان نہیں۔ بوٹی بوٹی
جُدی دُکھتی تھی۔ رڈیل جدا اکڑا پڑتا تھا۔ پھرتے پھرتے
تھک کر چور ہو جاتی تھی اور پڑتے ہی ایسی بے خبر
سوتی تھی کہ صبح کی نماز کو انّا پانی کے چھینٹے دیتی تھیں
تو بھی میری آنکھ نہیں کھلتی تھی۔ مگر ایک خدا کا شکر ہے
کہ دن بھر اِس قدر تو چکر رہتا تھا اس پر بھی کبھی

میرا سر تک نہیں دُکھا۔ صبح کو جہاں سوتے سے اُٹھی اور طبیعت بحال ہو گئی۔ دو تین مہینے کے بعد پھر جو مجھے کام دھندے کا مزا پڑا میں نہیں جانتی کہ مجھ میں کہاں کی طاقت آگئی تھی۔ ایک دم بھر میرا پاؤں زمین پر نہ ٹکتا تھا۔ اِس میں ایک سبق ابّا جان سے بھی پڑھنے لگی تھی۔ تین چار گھنٹے جو اُن سے اور اُستانی جی سے پڑھنے کے تھے بس وہی تو سمجھ لو۔ اُن کے سوا پھر میں نہ جانتی تھی کہ آرام سے بیٹھنا کِس کو کہتے ہیں اور آج تک وہی عادت چلی جاتی ہے تم بھی دیکھتی ہو کہ میں کسی وقت نِکمّی نہیں بیٹھتی اور نہ مجھے نِکمّا آدمی بھائے۔

پانچویں مجلس

زُبیدہ خاتون کا باقی بیان

جب مجھے تیرھواں سال لگا اور فارسی میں گلستاں بوستاں ۔ اخلاقِ محسنی ۔ عیارِ دانش اور عربی صرف نحو کے ضروری رسالے پڑھ چکی اور حساب میں کسورِ عام اور کسورِ اعشاریہ تک سیکھ چکی اور تحریرِ اقلیدس کے دو مقالے دیکھ لئے اور ہندوستان کا جغرافیہ اور تاریخ بھی پڑھ چکی اور نسخ و نستعلیق کی تختیاں اور کچھ کچھ قطعے بھی صاف کر چکی ۔ اب اباجان نے دو نو سبق مجھے آپ پڑھانے شروع کیے ۔ صبح کو کیمیائے سعادت ہوتی تھی اور شام کو عربی کلیلہ دمنہ ۔ اور اماں جان کا یہ حال تھا کہ وہ

دِن پر دِن گھُلی جاتی تھیں - ضعف کے مارے یہ نوبت ہوگئی تھی کہ دو آدمی بغلوں میں ہاتھ دیکر بٹھا دیتے تھے تو بیٹھ جاتی تھیں اور لِٹا دیتے تھے تو لیٹ جاتی تھیں - مجھے جس وقت گھر کے کاروبار سے فرصت ہوتی اُن کے پاس جا بیٹھتی - کبھی پنکھا جھلنے لگی - کبھی ہاتھ پاؤں دابنے لگی - کبھی تلوے سہلانے لگی - اور اُن کو بھی میرے ہاتھ کی کچھ ایسی کَل پڑ گئی تھی کہ میرے ہوتے نوکروں سے کبھی کام نہ لیتی تھیں - چند روز بعد میری منگنی بھی ہوگئی - امّاں جان کو اپنے جینے کی بالکل آس نہ تھی - ایک دن مجھ سے فرمانے لگیں کہ بٹیا تمہاری منگنی تو ہو ہی چکی ہے اب خدا کرے گا کوئی دِن میں بیاہ بھی ہو جائیگا پَر دیکھئے یہ خوشی ہم کو بھی دیکھنی نصیب ہوتی ہے یا نہیں؟ اوّل تو زندگی کا کِسی کی بھی اعتبار نہیں - سانس ہے آیا آیا - نہ آیا نہ آیا اور جس میں مجھ سا بیمار تو خدا ہی ہو جو اُٹھے -

خیر دُنیا سے تو ایک دن جانا ہی تھا پر تمہاری تنہائی دیکھ کر کلیجہ موُنھ کو آتا ہے - یہ حسرت قبر میں میرے ساتھ جائے گی - مگر خدا تعالیٰ کا شُکر میرے موُنھ سے ادا نہیں ہو سکتا - میری ہمیشہ یہ دُعا تھی کہ الٰہی اگر اولاد دے تو نیکبخت دیجیو - نہیں تو ایسے صاحبِ اولاد ہونے سے بے اولاد رہنا اچھا - اُس بے نیاز نے میری دُعا قبول کی تم نے جیسا اپنی ماں کو خوش رکھا خدا تم کو دونو جہان میں خوش رکھے - اگرچہ میں یہ خوب جانتی ہوں کہ تم کو اب کسی کی نصیحت کی حاجت نہیں مگر تم نے ابھی زمانہ کی اُونچ نیچ نہیں دیکھی - علم پڑھا ہے پر ابھی گُنا نہیں سنو واری علم بیشک بڑی دَولت ہے - یہ دولت صاحب نصیبوں ہی کو ملتی ہے - تمہارے باپ کا بڑا احسان تم پر یہ ہے کہ تم کو پڑھا لکھا کر قابل کیا میں بڑا بول تو نہیں بولتی پر خدا کے فضل سے

آج تم اپنے سارے کنبے میں چراغ ہو۔ لیکن
مجھ سے جو پوچھو تو واری! علم کا گھر بہت دُور
ہے۔ دیکھو کبھی اپنے دِل میں یہ سمجھو کہ مجھے
کچھ آگیا ہے۔ یہ جو اگلے لوگ کہہ گئے ہیں کہ
"نیم طبیب خطرۂ جان اور نیم مُلّا خطرۂ ایمان"
یہ سچ بات ہے۔ تھوڑے علم والا بعضی بات
ایسی کر اُٹھتا ہے جو اَن پڑھ بھی نہ کرے۔
مجھے اِس بات کا بڑا خیال ہے کہ تم نے اپنے
باپ کے گھر میں آنکھ کھول کر پڑھنے لکھنے کے
سِوا کچھ نہیں دیکھا۔ ہمیشہ بسم اللہ کے گنبد میں
رہی ہو۔ تم کیا جانو کہ لوگ باپ دادا کی
رسموں پر جان دیتے ہیں۔ جو روپیہ پیسا بڑوں نے
جان کھپا کر پیدا کیا ہے اور اِس لیے رکھ مرے
ہیں کہ ہماری اولاد کے اڑے وقتوں میں کام
آئے اُس کو بیاہ شادیوں میں مفت برباد
کر دیتے ہیں۔ اور پھر آپ چند روز میں روٹی

تک کو محتاج ہو جاتے ہیں - اِسی طرح جب
کوئی مرجاتا ہے تو سیکڑوں روپیہ اُس کے
مرنے میں لگا دیتے ہیں - آدمی کا آدمی گیا
روپیہ کا روپیہ برباد ہوا - آگے چل کر تیج
تہوار میں سیکڑوں خرچ بے فائدہ بڑھا
رکھے ہیں - غرض ہر طرح سے خدا کی نعمت کو
خاک میں مِلاتے ہیں - مجھے یہ ڈر ہے کہ جسوقت
تم سُسرال میں گئیں اور تم نے وہاں جا کر
ایک نئی دُنیا دیکھی اور صبح سے شام تک
بیسیوں باتیں تمہاری نظر سے ایسی گذریں کہ
نہ کبھی تم نے اپنے باپ کے گھر میں دیکھیں نہ
کتابوں میں کہیں اُن کا ذِکر - نہ عقل کے نزدیک
اُنکی کچھ حقیقت - اِس کے سِوا ہر طرح سے
مال کا نقصان - اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟
اگر دِل ہی دِل میں گھُٹیں اور زبان سے کچھ
نہ کہا تو دُور پار دشمنوں کا خُدا جانے کیا حال ہو؟

اور جو تم سے نہ رہا گیا اور کسی بات میں
دخل دے بیٹھیں اور لگیں اپنی عِلمیّت جتانے
اُس وقت تمہارا کہنا تو کوئی کاہیکو مانے گا
ہاں بیٹھے بٹھائے ایک فِساد کھڑا ہو جائے گا۔
اِدھر تم اپنے عِلم پر بھُولی ہوئی ہوگی۔ اُدھر
اُن کو اپنے بزرگوں کی رسموں کا پاس ہوگا
ناحق اچّھے دِل بُرے ہو جائیں گے۔ اور پھِر پھِر کر
تمہیں کو سب احمق بنائیں گے۔ بٹیا! یہ بات
یاد رکھو کہ دُنیا میں یہ دستور قدیم سے چلا آتا ہے
کہ جہاں کہیں کوئی بُری رسم پڑ جاتی ہے پھر
وہ مشکل سے جایا کرتی ہے۔ لوگوں کو اِتنا
دِین کا پاس نہیں ہوتا جتنا باپ دادا کی
رسموں کا ہوتا ہے۔ اور جو شخص رسموں کو
بُرا کہتا ہے یا اُن کو مِٹانا چاہتا ہے وہی اپنی
قوم میں نکّو ٹھیرا کرتا ہے۔ رسمیں تو سبھی بُری
ہوتی ہیں پر بعضی حد سے زیادہ بُری ہوتی ہیں

لیکن لوگ اُن کو بھی اپنا دین ایمان جاننے لگتے ہیں اور جو اُن کی رسموں کو نام دھرتا ہے اُس کے دشمن ہو جاتے ہیں ۔ ایک زمانہ میں **عرب** کا یہ دستور تھا کہ جس کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی وہ اُسے جیتی کو زمین میں گاڑ دیتا تھا۔ بس اِس سے زیادہ اور کیا بُری رسم ہوگی؟ لیکن وہ اُس کو نہایت غیرت اور حمیت کی بات سمجھتے تھے ۔ اور بیٹیوں کے مار ڈالنے کا دستور تو ہندوستان کے راجپوتوں میں اب تک چلا جاتا ہے ۔ پر اب سرکار کے خوف سے بہت کم ایسا کرتے ہیں ۔ اور کرتے بھی ہیں تو چوری چھپوں کرتے ہیں ۔ اسیطرح بیوہ عورتوں کے نکاح کی اجازت خدا رسولؐ نے تو دے رکھی ہے مگر یہاں کے مسلمانوں میں اِس کا ایسا عیب ہو گیا ہے کہ اُس کو بدکاری سے بھی بُرا جانتے ہیں ۔ اگر اُن سے یہ کہو کہ اس کا حکم

قرآن اور حدیث میں آیا ہے۔ آگے چل کر ہم
جن کے نام لیوا ہیں اُن کی بہو بیٹیوں نے دو دو
تین تین نکاح کیے ہیں تو اس کا کچھ جواب
نہیں دیتے۔ لیکن یہ جو چاہیئے کہ اپنی کرنی
سے باز آئیں کیا ذکر ہے؟ غرض رسموں کی
محبت کا دل سے نکلنا اور گوشت کا ناخن سے
چھوٹنا برابر ہے۔ آدمی کو اپنے گھر کا تو ہر
طرح سے اختیار ہے جو چاہے کرے جو چاہے
نہ کرے پر اوروں سے یہ عادتیں چھٹوانی
بہت مشکل ہیں۔ اس کے لیے نہایت عقلمند
اور بُردبار آدمی چاہیئے۔ دیکھو اگر اس کام
میں قدم ڈالو تو ذرا سوچ سمجھ کر ڈالنا۔ ایسا
نہ ہو کہ بے سمجھے بُوجھے بھِڑوں کے چھتے کو چھیڑ
بیٹھو اور اُلٹے لینے کے دینے پڑ جائیں۔ جو
بات کرو ایسی خوبصورتی سے کرو کہ سانپ کا
سانپ مرے اور لاٹھی کی لاٹھی نہ ٹوٹے۔

اِس کے سِوا سُسرال میں ساس نند اور دیورانی جٹھانی کے ساتھ نباہ کرنا سب سے بھاری منزل ہے - یہ بات مشہور ہے کہ ساس بہو اور نند بھاوج اور دیورانی جٹھانی کی کبھی نہیں بنتی - واری! تم کو بھی ایک دِن یہ معاملہ پیش آنا ہے - دیکھو ساس کی تابعداری اور نند کی دلجوئی میں کمی نکرنا - زمانہ کا دستور ہے کہ تالی دونو ہاتھوں سے بجا کرتی ہے - سو اوّل تو اُس گھرانے کے آدمی کیا مرد کیا عورت سب اچھے ہیں - سو اِسو سے تو اُن سے کوئی ایسی بات ہونے کی نہیں - اور بندہ بشر ہے جو کسی سے ایسی بات ہو بھی جائے تو تمکو تحمل کرنا چاہیئے - اِس بات سے تمہاری جگہ شوہر کے دِل میں بھی ہوگی اور ساس نندیں بھی آخر کو تمہارا دم بھرنے لگیں گی - اور اگر اِنصاف سے دیکھو تو اُن کی رنجش کچھ بیجا نہیں

ہوتی۔ سچ کہنا تمہاری ماں کو جتنا لگاؤ تمہارے ساتھ ہے اگر اِس سے آدھا بھی کسی غیر کے بچّے کے ساتھ ہو جائے تو تم کو کیسا بُرا معلوم ہو بیٹیا! یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی شے میں آدمی کا کوئی نیا شریک کھڑا ہو جاتا ہے تو اُس کو حد سے زیادہ ناگوار گذرتا ہے۔ پہلے ایک شخص کو ماں اور بہن کے سوا کسی سے کچھ علاقہ تک نہ تھا۔ اب اُن کی ایک ایسی شریک پیدا ہو گئی جس کا حصہ اُن سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ مگر ساس نندیں بھی اگر غور کریں تو اُن کا ناخوش ہونا کچھ راہ رسم نہیں۔ آدمی کو دُنیا میں ہزاروں چیزوں سے تعلّق ہوتا ہے۔ مگر ہر چیز کے ساتھ ایک نئی طرح کا لگاؤ ہوتا ہے۔ جو ماں باپ کے ساتھ علاقہ ہوتا ہے وہ اولاد کے ساتھ نہیں ہوتا۔ جو اولاد کے ساتھ ہوتا ہے وہ

ماں باپ کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بھائی
بہنوں میں کچھ اور ہی طرح کی محبت ہوتی ہے
میاں بیوی میں کچھ اور ہی بات ہوتی ہے۔ اِسمیں
ایک کو دُوسرے پر رشک کرنا بیفائدہ ہے
اِس کی مثال یہ ہے کہ آدمی جسطرح اچّھا
کھانا کھاکر خوش ہوتا ہے اسیطرح خوشبو
سُونگھ کر اور اچّھی آواز سُن کر اور اچھی
صُورت دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ مگر اچّھا
کھانا کھانے سے جو مزا آتا ہے وہ زبان کو
آتا ہے۔ خوشبو سُونگھنے سے دماغ مُعطّر
ہوتا ہے۔ اچّھی آواز کانوں کو بھلی لگتی ہے
اچھی صورت آنکھوں کو اچّھی معلوم ہوتی ہے
اب جو کوئی یوں کہنے لگے کہ صاحب! اِن کو
کھانے کا کیا مزہ ہوگا یہ تو خوشبو پر جان
دیتے ہیں؟ یا اِن کو اچّھی آواز سُننے کا شوق
ہے یہ اچّھی صُورت کی قدر کیا جانیں؟ تو

اُس کو سب لوگ اور تو کیا کہینگے احمق ہی کہینگے اِسیطرح ماں بہنوں کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہمارا بیٹا یا ہمارا بھائی اگر بیوی کا مُرید بھی ہو جائے گا تو بھی ہماری محبت کہیں نہیں گئی۔ جب ہمارا گوشت پوست۔ جان جگر سب ایک ہے پھر بیوی کی محبت سے ہماری اُلفت کیوں جانے لگی؟ بلکہ اُن کو تو یہ چاہیئے کہ اگر میاں بیوی میں دُور پار کچھ اَن بَن ہو تو جس طرح ہو سکے اُن میں مِلاپ کرائیں۔ اگر میاں کے دِل میں بیوی کی جگہ نہ ہو تو طرح طرح سے میاں کے دِل میں اُس کی جگہ کریں۔ اگر لڑکا بدمزاج ہو تو سمجھا سمجھا کر اُس کے مزاج کو دھیما کریں۔ غرض جہاں تک ہو سکے بہو کا ساتھ دیں۔ اور یہ سمجھیں کہ ایک بھلے مانس نے جو اپنی جان اپنا جگر ہمارے حوالے کر دیا ہے

کچھ لڑکے کے بھروسے پر نہیں کیا۔ بلکہ ہمارا چال چلن اور ہمارے برتاؤ دیکھکر کیا ہے۔ منگنی پیچھے کی ہے پہلے ایک ایک سے یہ پوچھ لیا ہے کہ اُن کے گھرانے کے مرد عورت کیسے ہیں؟ لڑکے کے ماں باپ بد مزاج تو نہیں ہیں؟ لڑکے کی بہنیں زبان دراز تو نہیں ہیں؟ پہلے جو ان کے ہاں قوم کی بیٹیاں بیاہی آئی ہیں اُن کے ساتھ اِنھوں نے کیسے برتاؤ برتے ہیں؟ لڑکے کا بہت کیا پڑھنے لکھنے کا حال پوچھ لیا۔ اِس سے زیادہ اوّل تو کوئی پُوچھتا نہیں۔ اور جو پُوچھتے ہیں وہ ناحق پُوچھتے ہیں۔ بُہتیرے خوش مزاج اور نیکبخت لڑکے بیاہ ہوئے پر بد مزاج بنجاتے ہیں۔ بُہتیرے نک چڑھے مُونھ پھوے جن کے ماتھے پر سے کسی آن بل نہیں اُترتا

بیوی سے آکر سید ھے ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسی بات کا پوچھنا کیا؟ بہر حال بٹیا! تمکو اطاعت ہی کرنی چاہیئے۔ تمہارا صبر و تحمل کسیطرح اکارت نہیں جائیگا۔ اگر اس میں ساس نندیں راہ پر آگئیں تو فہو المراد۔ اور نہیں تو اس کا اجر خدا کے ہاں پاؤگی اب رہیں دیورانی جٹھانی۔ سو تمہیں اُن سے کام ہی نہیں پڑنے کا۔ تمہارے سُسرے کے ہاں چار بیٹوں میں اللہ رکھے ایک ہی بٹیا ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھو کہ دیورانی جٹھانیوں کے قصے سارے گھر بار پر ہوا کرتے ہیں۔ اِس کا عِلاج کچھ ایسا مشکل نہیں اُن کے خاوندوں کو چاہیئے کہ جو کچھ ماں باپ چھوڑ گئے ہیں اُس کو صُلح سلوک کے ساتھ آپس میں بانٹ لیں۔ اور یہ خیال نہ کریں کہ بھائی ایک دوسرے

چھوٹ جائیں گے - ترکہ بانٹ لینے سے
کچھ دلوں میں فرق نہیں آیا جاتا - جس بات
سے عمر بھر کا جھگڑا لگے وہ اچھی یا روز
روز کی کِل کِل جھک جھک اچھی - بٹیا! وہ جو
کہتے ہیں کہ ساجھے کی ہنڈ یا چوراہے میں
پھوٹتی ہے یہ بات سچ ہے - اِسیواسطے
اللہ تعالٰے نے سب کے حصے بخرے قرآن
میں بتا دیے ہیں اور عورت ذات کی تو
ساجھے میں کِسی سے بنی ہے نہ بنے - رہا خاوند
سو اور کوئی خوش رہے یا نہ رہے اُسکا
خوش رکھنا سب سے مقدّم ہے - اگر ایک
وقت اُس کی بات بُری بھی لگے تو خاموش
ہو رہنا - بات بات میں اُلجھنا - ناشکری کرنی
طعنے دینے - بے سبب تیوری چڑھانی رُوکھی
صورت بنانی - عورتوں کی عادت میں داخل
ہے - کہیں خدا کے لیے تم اِن باتوں کے

پاس نہ جانا۔ سنو! اپنوں کو خوش رکھنا کچھ
بڑی بات نہیں۔ آدمی وہ ہے جو غیر کو اپنا
کرلے۔ اور خاوند کے ساتھ تو ساری عمر
کاٹنی ہے۔ اگر میاں بیوی کا دل ملا ہے تو
جنگل میں ایک درخت کا سایہ سو محلوں سے
بہتر ہے۔ اور جو دو پیار ناموافقت ہے تو
گھر دوزخ کا نمونہ ہے اور آبادی ویرانی
سے بدتر ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ہماری
بادشاہزادی ملکہ وکٹوریا جو آج دنیا
کے چوتھے کھونٹ کی مالک ہیں اپنے میاں
کی اس قدر خاطر کرتی تھیں کہ کبھی اُن کے
دل پر میل تک نہ آنے دیتی تھیں۔ اور
میاں کے ساتھ جو اُن کو محبت تھی یہ تو
ایک زمانہ جانتا ہے۔ سُنا ہے کہ جب
اُن کے میاں کا اِنتقال ہوا تو ملکہ معظمہ
مدتوں اُن کے سوگ میں رہیں اور ایک

کتاب بھی اُنہوں نے ساری میاں ہی کے حال میں لکھی ہے - بیٹیا! خاوندوں کا بڑا درجہ ہے اِس بات کو پلّے باندھ لو[۱] - اور یہ جو عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر ایک بات پر اَڑ بیٹھتی ہیں اور ہر ایک معاملہ میں یہ چاہا کرتی ہیں کہ کچھ ہو مگر ہمارا کہنا ہو - یہ شیوہ بہت بُرا ہے - اِس میں گھر کے گھر بگڑ گئے ہیں - اِس خصلت سے پناہ مانگنی چاہیئے

خیر باتیں تو بہت سی ہیں مگر اِس وقت میرا دل اُڑا جاتا ہے - آج مجھے اپنے طور اچھے نظر نہیں آتے - خدا جانے میں تم سے کیونکر باتیں کر رہی ہوں - اب زیادہ میرے کہنے کی تم کو حاجت نہیں - تم کو جو چار حرف پڑھائے ہیں اِسی لیے پڑھائے ہیں کہ جو کام کرو سوچ سمجھ کر کرو -

[۱] اچھی طرح یاد رکھو -

اماں جان یہ باتیں تمام کرنے نہ پائی تھیں کہ ایکبارگی اُن کا سانس اکھڑا ہوگیا۔

سیّد عبّاس کہتا ہے کہ جب میری مخدومہ[1] کہتے کہتے یہاں تک پہنچیں اُن کا دل قابو سے جاتا رہا اور بے اختیار ہو کر رونے لگیں اور اس قدر روئیں کہ روتے روتے ہچکی لگ گئی۔ پھر میری جرأت نہ پڑی کہ اُن سے کچھ اور حال پوچھوں۔

خلاصہ یہ کہ جب نانا جان اور نانی جان میری مخدومہ کو اِس طرح تربیت کر چکے اب یہ فکر ہوئی کہ اُنکی کہیں نسبت کیجے۔ مگر ایسی جگہ کیجے کہ لڑکا ذات اور صفات میں برگزیدہ ہو۔ اُس زمانہ میں میرے جدِّ امجد **میر سیّد علی** مغفور اگرچہ علم و فضل میں کچھ ایسے مشہور نہ تھے مگر اولاد کے تربیت کرنیمیں

[1] والدہ۔

لوگ اُن کی نظیر دیا کرتے تھے - تمام عمر میں
اُن کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی جسمیں
تین بیٹے تو مر گئے - اور ایک میرے والد ماجد
اور دوسری پھپی امّاں زندہ وسلامت رہیں -
دادا جان نے ابّا جان کی تعلیم و تربیت میں تو
خوب کوشش کی مگر پھپی امّاں کو ایک قرآن
شریف تو یاد کرا دیا اِس کے سوا کچھ اور
پڑھنا لکھنا اُن کو نہ آیا - بھید اِس میں یہ تھا کہ
دادی جان کو پڑھنا لکھنا بالکل نہ آتا تھا - پھر
پھپی امّاں پڑھتیں تو کیونکر پڑھتیں ؟ غرض ابّا جان
کی لیاقت اور قابلیت کی شہر میں دھوم تھی -
رفتہ رفتہ یہ ذکر خواجہ صاحب کے کان تک بھی
پہنچا - وہ سنتے ہی بیتاب ہوگئے لیکن زبان سے
کچھ نہ نکال سکے - جو لوگ نانا صاحب کے
مزاجدان تھے انھوں نے دادا جان تک اِس
بات کی نوبت پہنچا دی - ہمارے اور نانا جان

کے بزرگوں سے کچھ قرابت یا میل جول پہلے سے نہ تھا۔ دُوسرے ضِلعﻟﮧ بھی غیر تھا ہمارا مکان خاندوران خاں کی حویلی میں تھا اور اُن کی اِملاک عاقِلخاں کے کوچہ میں تھی اِسی سبب سے دادا جان کو اب تک اُن کا کچھ حال معلُوم نہ تھا۔ مگر اب لوگوں نے جو جتایا تو اُن کو بھی خبر ہوئی۔ یہ اس بات کے سُنتے ہی ایسے بیقرار ہوئے کہ اُسی وقت آبا جان کو بُلایا اور اُن کے ہاتھ سے رُقعہ لِکھوا کر خواجہ صاحب کے ہاں بھجوا دیا۔ اُنھوں نے رقعہ تو رکھ لیا اور آدمی کو رُخصت کیا۔ اَگلے دِن اپنے داروغہ کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ مجھے یہ بات منظور ہے مگر آپ کو یہ معلوم رہے کہ نکاح ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اُس کو مختصر کیجے تو دو بولوں پر فیصلہ ہے

ﻟﮧ یہاں مراد محلہ یا شہر کا ہے۔

اور جو بڑھائیے تو اس سے مشکل کوئی کام نہیں۔ اگر آدمی اس کام میں ایک سلطنت لٹا دے تو بھی خلقت کی زبان سے نہیں بچ سکتا۔ مثل مشہور ہے "نہ کردن یک عیب و کردن ہزار عیب" پھر ایسا کام کیوں کیجے جس میں روپیہ کا روپیہ برباد ہو مہینوں اوقات جدا ضائع ہو۔ نہ خدا خوش نہ رسول خوش اور لوگوں کے طعنے رہے سو جدا۔ میں اس وقت صاف کہے دیتا ہوں کہ یہ جو شہر والے بیاہ شادیوں میں ہزاروں بیہودہ رسمیں کرتے ہیں اور نمود کے مارے لڑکیوں کا مہر لاکھ لاکھ اور دو دو لاکھ روپیہ کا بندھواتے ہیں۔ میں اُن رسموں میں سے کچھ نہیں کرنے کا۔ اگر آپ کی غیرت اس بات کو گوارا کرے تو بسم اللہ۔ ایک تاریخ مقرر کرکے اُس دن چلے آئیے۔ دادا جان نے

یہ سب باتیں قبول کیں اور یہ کہلا بھجوایا کہ یہ سب باتیں آپ نے میرے دِل کی سی فرمائیں۔ اگر آپ سے رہجاتیں تو شاید مجھکو خود کہنی پڑتیں۔ مگر گستاخی معاف ہو تو ایک عرض میں بھی کروں؟ مجکو میرے والدِ مرحوم نے وصیّت کی تھی کہ بیٹوں کی شادی کم سے کم پچیس برس کی عمر میں کرنی چاہیئے۔ یہ جو ہمارے ملک میں لوگ اکثر کمزور اور بودے ہوتے ہیں اور چالیس۴۰ پینتالیس۴۵ برس کی عمر میں جاکر کسی کام کے نہیں رہتے اِس کا بڑا سبب یہ ہے کہ اُن کی شادیاں چھوٹی عمر میں کیجاتی ہیں۔ نہ ابھی اُن کے بدن زور پکڑنے پاتے ہیں نہ اُن کی عقلیں کامل ہونے پاتی ہیں۔ دفعتاً اُن پر یہ بوجھ آن پڑتا ہے۔ چند روز میں پھول کیطرح کملاجاتے ہیں۔ غرض جو بات تھی وہ قرار پاگئی۔ میں امجد علیؑ کو آپ کی غلامی میں دے چکا۔ مگر رخصت میں ابھی جلدی نہ کیجے گا تو کمال بندہ نوازی ہے۔ امجد علیؑ کو

عنایتِ الٰہی سے بائیسواں سال شروع ہے۔ تین
برس کی اور مہلت دیجئے۔ اِس میں یہ فائدہ اور
ہوگا کہ اِس نے جب سے یہ سُنا ہے کہ مولوی فیض اللہ
بنارسی علمِ ہیئت خوب جانتے ہیں اور اُنکے ہاں گُرے
اور ہر قسم کے آلات موجود ہیں اُسوقت سے اُس کو بنارس
کی لَو لگی ہوئی ہے۔ اِس عرصہ میں یہ وہاں بھی ہو آئیگا
اور وہیں سے کچھ اسبابِ تجارت اور ایک دو
آدمی تجربہ کار اُس کے ساتھ کرکے دکھن بھیجنے کا
قصد ہے۔ یہ ارادہ بھی پورا ہو جائیگا۔ کیونکہ اِس سے
ذرا اُس کا دِل بھی کُھلیگا اور تجارت میں بھی تھوڑا
بہت سلیقہ پیدا کرے گا۔ اور دس بیس شہر
سفت دیکھنے میں آجائیں گے۔ یقین ہے کہ یہ سب
مراتب تین برس سے ورے ورے ختم ہوجائینگے
پھر آپ کو اختیار ہے جب چاہئیے گا رخصت کر دیجے گا۔
نانا جان نے یہ سب باتیں منظور کیں۔ غرض کہانتک
بیان کروں۔ چوتھے برس جب ابا جان دکھن سے

واپس آ گئے۔ اُن کے آتے ہی نکاح کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ میں نے سنا ہے کہ نکاح کے وقت داداجان نے ہرچند چاہا کہ مہر کچھ زیادہ بندھے مگر ناناصاحب نے دو ہزار سے زیادہ نہ بندھوایا۔ اور یہ بھی سُنا ہے کہ نکاح سے پہلے آپ اُٹھکر محلسرا میں تشریف لے گئے اور جتنی پردہ والیاں تھیں اُن کو الگ کراکر صاحبزادی سے یہ فرمایا کہ بٹیا تم خدا کے فضل سے پڑھی لکھی قابل اور ہوشیار ہو۔ ہرایک بات کی بُرائی بھلائی کو خوب جانتی ہو۔ تم کو زیادہ سمجھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ میر سیّد علیؒ کے گھرانے کا حال تمہاری امّاں بہشتن تم سے سب کچھ کہہ چکی ہیں اُن کے ہاں کے مرد و عورت کا چال چلن جو میں نے سُنا ہے بہت اچھا ہے۔ آگے خدا کو علم ہے۔ اور اُن کا بٹیا امجد علیؒ بھی ظاہر میں نہایت سعادتمند اور اہل[۱] معلوم ہوتا ہے۔ اور لیاقت میں تو اپنے

۱؎ لائق اور نیک۔

ہم جولیوں سے ہزار درجہ بہتر ہے - مگر یہ نکاح کا
وقت ہے - اِس وقت تم سے پُوچھ لینا شرط ہے
جو کچھ تمہاری مرضی ہو بے تکلف کہدو - وہ سُنکر
چپکی ہو رہیں - خواجہ صاحب نے ایک بار کہا - دو
بار کہا - آخر جب دیکھا کہ یُوں کام نہیں چلتا - کہا
سنو میری جان! یہ کوئی دو چار دن کا معاملہ نہیں
یہ عُمر بھر کی قید ہے - تمہارا باپ ایسا نادان نہیں
ہے کہ بے پُوچھے تمہارا ہاتھ ایک غیر آدمی کے
ہاتھ میں دیدے - اپنی اپنی سمجھ جُدا ہے - میرے
نزدیک وہ لاکھ اچھے ہوں مجھے کیا خبر ہے کہ
تمہارے دِل میں کیا ہے؟ اور معاملہ کی بات میں
شرم کرنی بیوقوفی ہے - اِس کا انجام اچھا نہیں
ہوتا - ہم نے تم کو چار حرف اِس لیے نہیں پڑھائے
کہ جہالت کی قید میں پھنسی رہو اور وہی اگلے زمانہ
کی بیہودہ رسمیں برتتے چلی جاؤ - نہیں - عِلم کے
معنی یہ ہیں کہ آدمی وہ کام کرے جو اُس کے حق میں

بُرا نہ ہو اور خدا رسول کے نزدیک اچھا ہو
خواہ اِس میں کوئی بُرا کہے خواہ بھلا کہے۔ بس
یہ بے محل شرم و حجاب کہاں تک رہے گا؟
باہر دس بھلے مانس بیٹھے راہ دیکھ رہے ہیں۔
اگر سَو دفعہ تمہارا دِل ٹُھکے تو اِس بات کو قبول
کرو۔ نہیں تو جواب دو؟ میں ابھی لوگوں کو ایک
خوبصورتی کے ساتھ ٹال دیتا ہوں۔ خدانخواستہ
تم پر کوئی بات نہیں آنیکی۔ بیٹی نے جب باپ سے
یہ کلام سُنا۔ اُن کی ناخوشی کے آگے برادری
کے طعنوں کا کچھ خیال نہ کیا اور صاف صاف اُنکی
خدمت میں عرض کیا کہ حضور نے لونڈی کے حقمیں
جو کچھ تجویز کیا ہے عین مصلحت ہے۔ آگے ہونا وہی ہے
جو تقدیر میں لکھا ہے۔ نانا جان یہ کلمہ سُنکر نہایت
خوش ہوئے اور بیٹی کو دُعا دے کر باہر دیوانخانہ
میں تشریف لائے اور قاضی صاحب سے کہا
مَیں لڑکی کا ولی بھی ہوں اور اُس کی طرف سے

وکیل بھی ہوں - آپ بسم اللہ کریں - غرض جب نکاح ہوچکا ناناجان نے داروغہ کو اشارہ کیا وہ توشہ خانہ میں گیا اور پانچ توڑے روپوں کے اور کچھ خوان زیور اور کپڑے وغیرہ کے سب اہلِ مجلس کے روبرو لاکر رکھدیے - ناناجان نے اپنی جیب میں سے ایک گاؤں کی سند نکال کر اور سامانِ جہیز کے ساتھ اُس کو بھی رکھدیا اور داداجان کیطرف متوجہ ہوکر یہ شعر پڑھا - **بیت**

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

داداجان نے بہت کچھ شکریہ ادا کیا اور کہا جہاں اللہ تعالیٰ کے اور مجھ پر بڑے بڑے احسان ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امجد علیؑ کو آپ کی غلامی نصیب ہوئی - ناناجان نے داروغہ سے کہا کہ جلد کہاروں سے کہو زنانی ڈیوڑھی پر چِلمنیں لگائیں - اور آپ اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے

جو جو چھپنے والیاں تھیں چھپ گئیں۔ آپ سیدھے بیٹی کے پاس چلے گئے اور اُن سے کچھ کان میں کہکر گلے لگایا۔ اور فرمایا لو بیٹیا خدا حافظ! انّا **حُسینی خانم** تمہارے ساتھ جائیں گی۔ برس چھ مہینے جب تک سسرال میں تمہارا جی لگے یہ تمہارے پاس رہیں گی۔ پھر جب وقت امّاں جان رخصت ہوکر پینس میں سوار ہوچکیں تو ابّا جان کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور گھڑی بھر تک اُن کو کچھ سمجھاتے رہے۔ پھر رخصت کیا۔

مجھ سے یہ ساری داستان **انّا حُسینی خانم** ہی نے بیان کی تھی۔ میں نے اپنے ہوش میں ابّا جان کو نہیں دیکھا۔ میری عمر کچھ اُوپر تین برس کی تھی کہ اُن کا انتقال ہوگیا۔ مگر شادی کے بعد بیس بائیس برس جیے۔ میں اُن کی شادی سے کہیں اٹھارہ یا اُنیس برس بعد جاکر پیدا ہوا تھا۔ ایک دِن میں نے امّاں جان سے پوچھا کہ نانا جان نے

رخصت کے وقت آپ سے اور ابا جان سے کیا کہا تھا؟ آپ اُٹھکر اندر چلی گئیں اور کتابوں کی الماری میں سے کچھ لکھے ہوئے کاغذ لاکر میرے حوالے کیے اور فرمایا کہ لو یہ وصیّت نامہ تمہارے ابا لکھ گیے ہیں۔ اِس میں جو کچھ تم پوچھتے ہو سب لکھا ہوا ہے آج سے اِس کو تم اپنے پاس رکھو اور کبھی کبھی اسے دیکھتے رہا کرو۔ میں نے جو اُسے کھول کر اوّل سے آخر تک پڑھا تو حقیقت میں اُس کا ایک ایک بول جواہرات کا مول رکھتا تھا۔ خدا نے چاہا تو کبھی فرصت کے وقت اوّل سے آخر تک سناؤنگا۔

پہلا حصّہ تمام ہوا

بقلم شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی

اور لڑکوں کی تعلیم و تربیت کے نظام کا خاکہ ایک نہایت دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں کھینچا گیا ہے۔ والدین خاص کر مائیں اس کو سبق آموز پائیں گی۔ دلچسپ اور مفید ہونے کے علاوہ آسان اور سنجیدہ اردو نویسی کا یہ کتاب عمدہ نمونہ ہے۔ قیمت ۸ر

۳۔ مجموعہ نظمِ حالی۔ مولانا کی نہایت دلچسپ اور نصیحت خیز ۲۸ نظموں کا مجموعہ۔ قیمت [illegible]

۴۔ مناجاتِ بیوہ۔ اسمیں ہندوستان کی بیواؤں کی حالتِ زار کا نقشہ نہایت درد انگیز پیرایہ میں کھینچا گیا ہے۔ قیمت ۴ر

۵۔ مثنوی حقوقِ اولاد۔ اسمیں اولاد کی باقاعدہ تعلیم و تربیت نہ کرنے کے ہولناک نتائج ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ قیمت ۴ر

۶۔ شکوۂ ہند۔ مسدس حالی کے درجہ کی نہایت بےنظیر نظم جسکے پڑھنے سے مسلمانوں کے عروج و زوال اور اُن کے تمام اخلاقِ فاضلہ کا سارا نقشہ آنکھوں کے آگے پھر جاتا ہے۔ قیمت ۳ر

۷۔ چُپ کی داد۔ مستورات کی عام اخلاقی خوبیوں مثلاً حیا و شرم، عفت و عصمت، صبر و تحمل، محنت و جفاکشی اور خدمت و طاعت وغیرہ کا بیان دلفریب سلیس نظم میں۔ قیمت ۲ر

۸۔ ضمیمۂ کلیاتِ نظمِ اُردو۔ مولانا کا تمام فارسی و عربی نظم و نثر کلام جس سے اِن دونوں زبانوں میں آپکی قادر الکلامی معلوم ہوتی ہے۔ یہ ضمیمہ مولانا مرحوم کی وفات سے چند روز پہلے شائع ہو گیا تھا لیکن عام طور پر مشتہر نہیں ہوا۔ ۱۵۶ صفحات۔ قیمت ۸ر

۹۔ مقدمہ شعر و شاعری۔ دیوانِ حالی کا یہ مقدمہ فنِ شعر پر نہایت محققانہ اور عالمانہ تصنیف ہے جسمیں تمام اصنافِ سخن پر نہایت خوش اسلوبی کیساتھ بحث کیگئی ہے۔ عام مروجہ شاعری کے عیوب اور شعرائے ماضیہ کے کلام پر مبسوط ریویو دیکھنا ہو تو اسے منگائیں۔ [illegible]

مندرجہ ذیل کتابیں زیرِ طبع ہیں

۱۰۔ مکتوباتِ حالی۔ مولانا مرحوم کے خطوط جو انہوں نے اپنے اعزہ و احباب کو ... علاوہ دلچسپ سبق آموز اور اُردو انشا پردازی کا نمونہ ہونیکے یہ خطوط مولانا ...

کی لائف اور کیرکٹر پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔ تقریباً ۳۵۰ صفحے۔ قیمت سے ر

۱۱۔ تریاقِ مسموم۔ یہ کتاب مولانا نے اپنے ایک ہموطن (پادری عمادالدین) کی کتاب کے جواب میں لکھی تھی جو مسلمان سے عیسائی ہو گئے تھے۔ اسمیں اُن تمام اعتراضوں کے جوابات دیے گئے ہیں جو عیسائیوں کی طرف سے عام طور پر اسلام کے برخلاف کیے جاتے ہیں۔

۱۲۔ مسدّسِ حالی۔ زمانہ حال کی بہترین قومی نظم اور مسلمانوں کے عروج و زوال کا نہایت پُر اثر خاکہ۔

۱۳۔ حیاتِ سعدی۔ حضرت سعدی شیرازی کی مفصل سوانح عمری اور اُن کی شاعری پر دست و فاضلانہ تبصرہ۔ قیمت عہ

۱۴۔ سوانح عمری حکیم ناصر خسرو (فارسی) حکیم ناصر خسرو بلخ کا نہایت مشہور حکیم فیلسوف اور سیاح تھا۔ پانچویں صدی ہجری میں گذرا ہے۔ مولانا نے اس فاضل حکیم کی سوانح عمری نہایت تحقیق سے لکھی ہے۔

۱۵۔ یادگارِ غالب۔ مرزا اسداللہ خاں غالبؔ کی بہترین اور مفصل سوانحعمری اور اُنکی تمام اردو و فارسی نظم و نثر پر مبسوط ریویو۔ قیمت سے ر

۱۶۔ حیاتِ جاوید۔ آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں کی نہایت مفصل اور ضخیم سوانحعمری اور اُنکے تمام عظیم الشان کارناموں اور کل تصنیفات کا تفصیلی تذکرہ۔ قیمت للعہ

۱۷۔ دیوانِ حالی۔ طرزِ جدید کی شاعری کا بہترین نمونہ۔ قومی۔ علمی۔ اخلاقی نظموں کا بیش بہا اور بےنظیر مجموعہ۔ قیمت عہ

کتابوں اور چھپائی کے متعلق راقم سے خط و کتابت کیجائے

المشتہر

(خواجہ) فرزند علی منیجر حالی پریس پانی پت